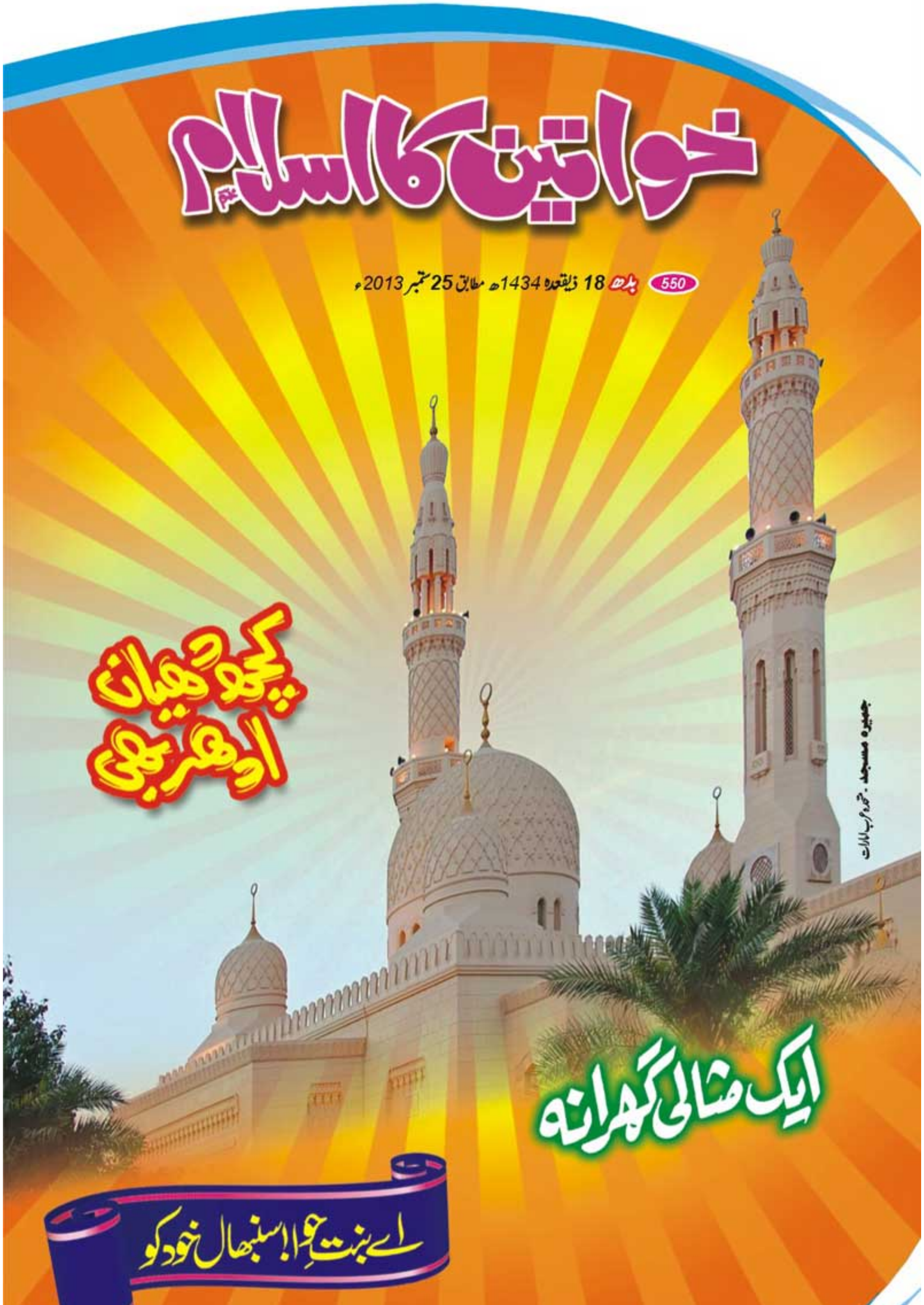

خواتین کا اسلام
550 بدھ 18 ذیقعدہ 1434ھ مطابق 25 ستمبر 2013ء
کچھ یہاں ادھر بھی
جمیرہ مسجد۔ متحدہ عرب امارات
ایک مثالی گھرانہ
اے بنتِ حوا! سنبھال خود کو

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

القرآن

حضرت ابراہیم علیہ السلام

”بے شک ابراہیم ایسے پیشوا تھے جنہوں نے ہر طرف سے یکسو ہو کر اللہ کی فرماں برداری اختیار کر لی تھی، اور وہ ان لوگوں میں سے نہیں تھے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ وہ اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے۔ اس نے انہیں چن لیا تھا، اور ان کو سیدھے راستے تک پہنچا دیا تھا۔ اور ان کو دنیا میں بھی بھلائی دی تھی، اور آخرت میں تو یقیناً ان کا شمار صالحین میں ہے۔“

(سورۃ النحل:122,121,120)

معارف: بتلانا یہ مقصود ہے کہ کفار مکہ اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کا پیرو کہتے تھے، حالاں کہ جن حلال چیزوں کو ان مشرکین نے حرام کر رکھا تھا، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت ہی سے حلال چلی آتی تھیں، البتہ ان میں سے صرف چند چیزوں کو یہودیوں پر بطور سزا حرام کر دیا گیا تھا۔ جیسا کہ سورۂ نساء (160:4) میں گزر چکا ہے۔ باقی سب چیزیں اس وقت سے آج تک حلال ہی چلی آتی ہیں۔ (آسان ترجمہ قرآن)

الحدیث

صلوٰۃ استغفار

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا (جو بلاشبہ صادق وصدیق ہیں) کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ”جس شخص سے کوئی گناہ ہو جائے پھر وہ اُٹھ کر وضو کرے، پھر نماز پڑھے، پھر اللہ سے مغفرت اور معافی طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما ہی دیتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ”وَالَّذِیۡنَ اِذَا فَعَلُوۡا فَاحِشَۃً اَوۡ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَھُمۡ ....الأیۃ“ (جامع ترمذی)

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور معافی حاصل کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ بندہ وضو کر کے پہلے دو رکعت نماز پڑھے اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش اور معافی طلب کرے، اگر وہ ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی بخشش کا فیصلہ فرما ہی دے گا۔ (معارف الحدیث)

گلدستہ

ایک نومسلم کی دلداری:

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ ”کالپی“ تشریف لے گئے۔ وہاں ایک شخص نہایت صاف ستھرا اُجلے کپڑے پہنے ہوئے جامع مسجد میں نماز کو آیا، اس کے گاؤں والوں سے معلوم ہوا کہ یہ پہلے بھنگی کرسچین تھا، اب مسلمان ہو گیا ہے، لیکن وہاں کے چودھری ساتھ کھلانا تو درکنار اس کے ہاتھ کا برتن بھی نہیں لیتے تھے۔ وہاں جلسہ تھا، اس میں وہ بھی موجود تھا اور وہاں کے رئیس بھی جمع تھے۔

بعض لوگوں نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے خواہش کی کہ آپ اس موقع پر ان لوگوں کو سمجھا دیں کہ ایسا پرہیز نہ کیا کریں، یہ اس کی سخت دل شکنی ہے، حضرت نے دل میں سوچا کہ محض سمجھانے سے کچھ کام نہ نکلے گا، سمجھانے سے تو اس وقت ہاں ہاں کہہ دیں گے پھر بعد کو کون پروا کرتا ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک لوٹے میں پانی منگوایا، جب پانی آ گیا تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس نومسلم سے فرمایا: ”ٹونٹی سے منہ لگا کر پانی پیو۔“ پھر لوٹا اس کے ہاتھ سے لے کر خود بھی ٹونٹی ہی سے منہ لگا کر اس کے بچے ہوئے پانی میں سے پیا۔ پھر آپ نے سب سے فرمایا، سب لوگ پانی پئیں۔ اس وقت مان لینے کے سوا کسی سے کوئی عذر نہ بن پڑا، سب نے جیسے تیسے پانی پیا۔ پھر حضرت نے فرمایا، دیکھو بھائی اب اس سے پرہیز نہ کرنا۔

کہنے لگے: ”اجی بس، اب منہ ہی کیا رہا پرہیز کرنے کا، آپ کی ترکیب ہی ایسی ہے کہ ہمارا سارا دھرم ہی لے لیا، اب آپ اطمینان رکھیں، اب ہم اسے اپنے ساتھ کھلائیں پلائیں گے، اس سے پرہیز ہی کیا رہ گیا، جب اس کا جوٹھا پانی ہی آپ نے پلوا دیا۔

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”المسلم اخو المسلم“ یعنی مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ لہٰذا انسان کا اپنے بھائی کے ساتھ جو معاملہ ہوتا ہے ہر مسلمان کے ساتھ وہی معاملہ ہونا چاہیے، خواہ وہ مسلمان اجنبی ہو اور بظاہر اس کے ساتھ کوئی رشتہ داری نہ ہو، بظاہر اس کے ساتھ دوستی کا کوئی تعلق نہ ہو، لیکن تم اس کو اپنا بھائی سمجھو۔

اس ایک جملے کے ذریعہ حضور اقدس ﷺ نے ہمارے معاشرے میں پھیلے ہوئے امتیازات اور تعصبات کی جڑ کاٹ دی کہ یہ تو فلاں وطن کا رہنے والا ہے اور میں فلاں وطن کا رہنے والا ہوں، یہ فلاں زبان بولنے والا ہے، میں فلاں زبان بولنے والا، یہ فلاں خاندان اور قبیلے سے تعلق رکھنے والا، میں فلاں خاندان اور قبیلے سے تعلق رکھنے والا، اس ایک جملے نے ان امتیازات اور تعصبات کی جڑ کاٹ دی، جو آج ہمارے معاشرے میں پھیلے ہوئے ہیں، یعنی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، چاہے وہ کوئی بھی زبان بولتا ہو، کسی وطن کا باشندہ ہو، کسی بھی پیشے سے اس کا تعلق ہو، کسی بھی ذات یا نسل سے اس کا تعلق ہو، ہر حالت میں وہ تمہارا بھائی ہے۔ (حکایات الاسلاف عن روایات الاخلاف)

﴿مرسلہ: اہلیہ معین الدین۔ ٹھٹھہ﴾

سورۂ ہود

"ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ آپ پر کچھ ضعف وغیرہ اثر (بڑھاپے کا) محسوس ہونے لگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے سورۂ ہود جیسی سورتوں نے ضعیف کردیا۔" (شمائل ترمذی)

پیاو سحر

عافیہ صدیقی! اس شب کی سحر ہوگی کبھی

۲۳ ستمبر! وہ سیاہ دن جب امریکا کی عدالت نے دختر پاکستان عافیہ صدیقی کو ۸۶ برس قید کی سزا سنائی، وہ دن جب علم وحکمت کو امریکی زنداں کی دیواروں میں چن دیا گیا، وہ دن جب عصمت وناموس کو سولی پر چڑھایا گیا، وہ دن جب امریکا کے فرعون صفت حکمرانوں اور یہودی منصفوں نے انصاف کا گلا اس طرح گھونٹا کہ ساری دنیا میں اس کی سسکیاں سنائی دیں۔

ہاں اس دن شرافت کو وحشت، علم کو جہل، خیر خواہی کو دشمنی اور امن پسندی کو دہشت گردی کا لباس پہنایا گیا۔ کون سا ثبوت تھا امریکی عدالت کے پاس کہ عافیہ صدیقی پر لگائے گئے جھوٹے الزامات ثابت ہوسکتے۔ ایک بھی نہیں۔ ایسی دھاندلی کہ خود منصف مزاج امریکی صحافیوں اور قانون دانوں نے بھی کیس کو انتہائی کمزور بلکہ مبنی بر دروغ قرار دیا۔ خود جج کا بیان تھا۔ میرے پاس ٹھوس ثبوت کوئی نہیں۔"

مگر عافیہ کی مجبوری یہ تھی کہ اس کے وکیل ہی اس کی آزادی کے سوداگر تھے۔ خود اس وقت کے حکمرانوں نے اس کی قید وبند کی قیمت وصول کی تھی۔ ڈاکٹر فوزیہ صدیقی کا یہ بیان ریکارڈ پر ہے کہ گزشتہ حکومتوں نے عافیہ کو بار بار بیچا ہے۔ امریکی حکام نے کہہ دیا تھا کہ اگر حکومت پاکستان لکھ کردے کہ عافیہ بے قصور ہے تو ہم اسے آزاد کردیں گے، مگر خود ہمارے ملت فروش حکمران دختر فروش بن چکے تھے۔ انہوں نے خود عافیہ کے خلاف کیس کو مضبوط کیا اور یوں ابدی بدبختی کا طوق اپنے گلے میں ڈالا۔

عافیہ پر ظلم کرنے والے امریکی ہوں یا پاکستانی، انہیں اس ظلم سے سوائے آخرت کی تباہی کے کچھ نہیں ملنے والا۔ رہی عافیہ تو اس کے لیے چھیاسی سال کیا چھیاسی صدیاں بھی برابر ہیں۔ جس نے اپنی زندگی مولا کے لیے وقف کردی ہو، اس کے لیے امن یا جنگ، صحرا یا دریا، تخت شاہی یا قید خانہ سب برابر ہیں۔ بنات اسلام! سوچنے کی بات ہے عافیہ کو اس قید جان کاہ میں بھی اپنی پروانہیں۔ ہم اس کی رہائی کے لیے بے تاب ہیں مگر اسے اپنی رہائی کی اتنی پروانہیں۔ اس کا چٹانوں جیسا حوصلہ اور پہاڑوں جیسا بلند عزم دیکھ کر شیطنت دیواروں سے سر ٹکرانے پر مجبور ہوتی ہے اور باطل اپنے زخم چاٹنے لگتا ہے۔

ہمیں یاد ہے یا بھول گئے کہ جب عافیہ صدیقی کو شدید زخمی حالت میں عدالت میں پیش کیا گیا تو اس نے کیا کہا تھا۔ اس نے اردگرد جمع ہونے والے لوگوں کو پلٹ کر دیکھا اور کہا:

"کیا ہے کوئی مسلمان جو میری بات سنے۔ مجھ پر ہونے والے انسانیت سوز مظالم اپنی جگہ لیکن کوئی ہے جس کا دل اس بات پر تڑپ اٹھے، جس کی غیرت اس بات پر جاگے کہ میرے راستے میں قرآن مجید کے مقدس اوراق پھینکے جاتے ہیں۔ مجھے مجبور کیا جاتا ہے کہ میں ان پر برہنہ چلوں، مجھے کہا جاتا ہے کہ اگر ایسا کروگی تبھی تمہیں تمہارے وکیل اور بھائیوں سے ملنے کا موقع دیا جائے گا۔ میں ایسا کرنے سے انکار کرتی ہوں۔ مجھے قرآن مجید کی توہین گوارا نہیں، آزادی سے محرومی قبول ہے۔"

آج ڈاکٹر عافیہ کیس کے اصل مجرم پاکستان میں ہیں۔ صد شکر کہ ان کا دور اقتدار گزر چکا ہے۔ وہ آمر جس کے دور میں عافیہ کو اغوا کیا گیا، آج حراست میں ہے۔ کیا عافیہ کا انسانی حق نہیں بنتا کہ اس ملت فروش سے پوچھا جائے کہ اس نے قوم کی بیٹی کو کس جرم کی سزا میں امریکا کے سپرد کیا۔ انصاف کا خون جب بھی ہوا ہے، اس کے داغ ان مٹ بنے ہیں۔ عافیہ کے ساتھ بے انصافی کرنے والے امریکی ہوں یا پاکستانی، یہ مت بھولیں کہ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ عافیہ کو رہائی ملے گی۔ اللہ اپنی قدرت کاملہ وقاہرہ دکھائے گا، اعدائے دین کی ناک رگڑوا کر دین محمدی کی آبرو رکھنے والی، اسوہ حسینی کو تازہ کرنے والی اس بندی کو، واپس لائے گا۔ اور اس کے ساتھ ظلم وستم کرنے والے کسی ایسے انجام کو پہنچیں گے جو تاریخ کے عبرت ناک ورق کے طور پر پہچانا جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

جوشِ ایمانی سے مِلنا

اثر جونپوری

نہ سندھی سے نہ ملتانی سے ملنا
ہر اک سے جوشِ ایمانی سے ملنا

کبھی جب شکلِ انجانی سے ملنا
تعجب سے نہ حیرانی سے ملنا

مسلمانوں کا استقبال کر کے
ہمیشہ خندہ پیشانی سے ملنا

نہ کرنا بخل الفت بانٹنے میں
محبت کی فراوانی سے ملنا

نہ جتلانا کبھی ان سے مساوات
نواسی کی طرح نانی سے ملنا

پریشاں ہوں گی ورنہ مائیں بہنیں
نہ میکے میں پریشانی سے ملنا

بڑوں کی خاصیت کو جذب کرنا
سو مٹی کی طرح پانی سے ملنا

مہکنا چار سو خوشبو کی مانند
ہمیشہ رات کی رانی سے ملنا

مدیر اعلیٰ : مفتی فیصل احمد
مدیر : انجینئر مولانا محمد افضل
"خواتین کا اسلام" دفتر روزنامہ اسلام ناظم آباد 4 کراچی فون: 021 36609983
خواتین کا اسلام انٹرنیٹ پر www.dailyislam.pk سالانہ زرتعاون اندرون ملک: 600 روپے، بیرون ملک: 3700 روپے

ایک مثالی گھرانہ

طوبیٰ مریم۔ کراچی

کچھ عرصہ پہلے خواتین کا اسلام میں ”مردوں کی دوسری شادی“ کے عنوان سے تحریری فورم شروع ہوا تھا، جس پر ملی جلی رائے پڑھنے کو ملی۔ ہر بہن نے بھر پور لکھا، کسی نے مخالفت اور تنقید کی اور کسی نے سراہا لیکن ایک بات سب نے کہی کہ مرد کو دوسری شادی کا حق ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے۔ اصل میں ہمارے معاشرے نے مرد کی دوسری شادی کو جرم قرار دے دیا ہے اب چاہے دوسری شادی کرنا مرد کی مجبوری ہی کیوں نہ ہو لیکن جرم ہے، غلط ہے، حالاں کہ ہمارا دین اسلام ہے اور جب شریعت مرد کو چار شادیوں کی اجازت دے چکی تو اب مخالفت اور اعتراض کرنے والے ہم کون ہوتے ہیں؟ ہاں مرد کو چاہیے کہ حکمت وبصیرت اور عدل و انصاف سے کام لے کر اپنے گھر کو مثالی نمونہ بنائے تاکہ دوسروں کے لیے روشن مثال قائم ہو۔

میری بہن کی شادی میں دو اجنبی لڑکیاں مکمل شرعی پردے میں تشریف لائیں، ایک جیسی شکل، ایک جیسے کپڑے۔ بہت سوچا کہ نجانے یہ دو بہنیں کون ہیں؟ آخر پتا چلا کہ ابو کے جاننے والے دوست کی بیویاں تھیں۔ جب لفظ بیویاں سنا تو بہت حیرت ہوئی کہ ایسے کس طرح ہوسکتا ہے۔ اس سے پہلے میں نے دیکھا تھا کہ میری رشتے کی خالہ کے شوہر نے اولاد نہ ہونے کے سبب دوسری شادی کی تھی، بلکہ خالہ خود اپنے شوہر کے لیے اپنی سہیلی کو بیاہ کر لائی تھیں پر جیسے ہی دوسری بیوی کے بچے ہوئے تو شوہر نے خالہ کو چھوڑا اپنے ماں باپ کی خدمت کے لیے اور دوسری بیوی بچوں کو لے کر کراچی آگئے، حالاں کہ وہ بڑے دین دار مشہور ہیں لیکن پہلی بیوی کے حقوق بھول گئے۔ خیر جب دو بیویاں ایک ساتھ ایک گھر میں رہیں تو حیرت تجسس تو لازمی ہوتا ہے۔ میں ان کے گھر گئی تو یقین کیجیے، اتنا اتفاق سگی بہنوں میں بھی نہیں دیکھا جتنا ان میں ہے، حالاں کہ پہلی کے بچے ہیں دوسری کے نہیں۔ بچے بھی ایک کو امی دوسری کو ماما بولتے ہیں۔ مجھے ان سے ملتے ہوئے پانچ سال ہوگئے ہیں پر آج تک ان کے درمیان جھگڑا نہیں سنا۔ جب ان سے اس اتفاق ومحبت کا راز پوچھا تو دونوں کے بقول سارا کریڈٹ ان کے شوہر کو جاتا ہے جنہوں نے اتنی حکمت وبصیرت سے دونوں کو ساتھ رکھا ہے کہ کوئی بھی چیز لاتے ہیں تو دونوں میں انصاف کے ساتھ بانٹ دیتے ہیں، چاہے ایک ٹافی ہی کیوں نہ ہو اور بقول دونوں کے جب ان کے شوہر ہی ہمیں شکایت کا موقع نہیں دیتے کہ ایک کو دھتکاریں دوسری کی طرف داری کریں، جب ہمارے شوہر ہی عدل وانصاف سے کام لیتے ہیں تو ہم دونوں کس لیے اور کس بات پر جھگڑا کرکے گھر کا سکون برباد کریں۔ ان کا گھرانہ اتنا مثالی ہے کہ اکثر عورتیں جا کر ان سے ملتی ہیں کہ کہنے والا تو مبالغہ بھی کرسکتا ہے لیکن جب اپنی آنکھوں سے دیکھتیں تو یقین آتا کہ دوسروں کو مساوات، عدل وانصاف کا درس دینے والے شخص نے واقعی اپنے گھر کو جنت بنا رکھا ہے۔ سب سے بڑھ کر شوہر بیویاں بچے سب مطمئن ہیں بلکہ بچے بڑے فخر سے سب کو بتاتے ہیں کہ ہماری دو امیاں (مائیں) ہیں تو سننے والا ایک دم حیران ہوکر پوچھتا ہے کہ کیا تم سب ایک ہی گھر میں رہتے ہو؟

غرض مرد دوسری شادی ضرور کرے کہ اس کو یہ حق اسلام نے دیا ہے لیکن عدل وانصاف سے کام لے کر گھروں کو جنت بنانا بھی مرد ہی کا کام ہے۔ جب مرد عورتوں کو جھگڑنے کا موقع ہی نہ دے تو عورت کیسے ایک دوسری عورت کو برداشت نہیں کرے گی۔

اسی لیے خواتین کو چاہیے کہ آج کل کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ گھر گھر بہنیں بیٹیاں بیٹھی ہیں تو جب شوہر دوسری شادی کرے تو دل کو بڑا اور وسیع کرتے ہوئے آنے والی کا استقبال کریں۔ اس سے شوہر بھی آپ سے خوش ہوگا اور آنے والی جب آپ کے اس پرخلوص رویے کو دیکھیں گی تو خود بخود اس کے دل میں آپ کی عزت وعظمت بڑھ جائے گی اور آپ کا گھر آپ کے لیے جنت اور دوسروں کے لیے ایک مثالی گھرانہ بن جائے گا۔

پہلا تجربہ......!

کہتے ہیں پہلا بچہ تجربہ ہوتا ہے۔ واقعی یہ بات سچ ہے، کیوں کہ ہمیں اس کا خوب تجربہ ہوا، کیوں کہ نانی، دادی تو پاس تھیں نہیں، اس لیے خود ہی تجربے کیے۔

بچے کو پیدا ہونے کے بعد سے ہی ہاضمہ کی کوئی دوائی وغیرہ استعمال کروادیں کیوں کہ شروع کے کچھ مہینے اگر مائیں پرہیز وغیرہ نہ کریں تو عموماً بچے کے پیٹ میں درد رہتا ہے، یا وہ بے چین رہتا ہے۔ ہاضمے کے لیے کالک کے قطرے، نونہال، گرائپ واٹر یا عرق شیریں میں سے کوئی بھی ایک مستقل استعمال کروائیں۔ اس سے بچے کی اس عمر کی تمام بیماریاں ان شاء اللہ ٹھیک رہیں گی۔

ماں اگر ”چوعرقہ“ استعمال کرے تو بھی یہ مسائل پیدا نہیں ہوں گے۔ بچے کے پیٹ میں اگر بہت درد ہے، آپ نے ہر چیز استعمال کرکے دیکھ لی، اسے آرام نہیں آرہا تو ایک چمچ چوعرقہ شہد میں ملا کر دیں، ان شاء اللہ فوراً آرام آجائے گا۔ وقتاً فوقتاً شہد کا استعمال کرواتے رہنا چاہیے۔ کوشش کریں کہ بچے کو ایلوپیتھک دواؤں سے بچائیں۔ جہاں تک ہوسکے گھریلو ٹوٹکے ورنہ ہومیوپیتھک ادویہ استعمال کروائیں، کیوں کہ اس سے ان شاء اللہ مضر اثرات نہیں ہوں گے۔ بچہ اگر شروع ہی میں ایلوپیتھک ادویہ کا عادی ہوگیا تو پھر کسی چیز سے آرام نہیں آئے گا اور معدہ بھی شروع سے ہی خراب ہوجائے گا۔ (اہلیہ محمد اسحاق۔ راولپنڈی)

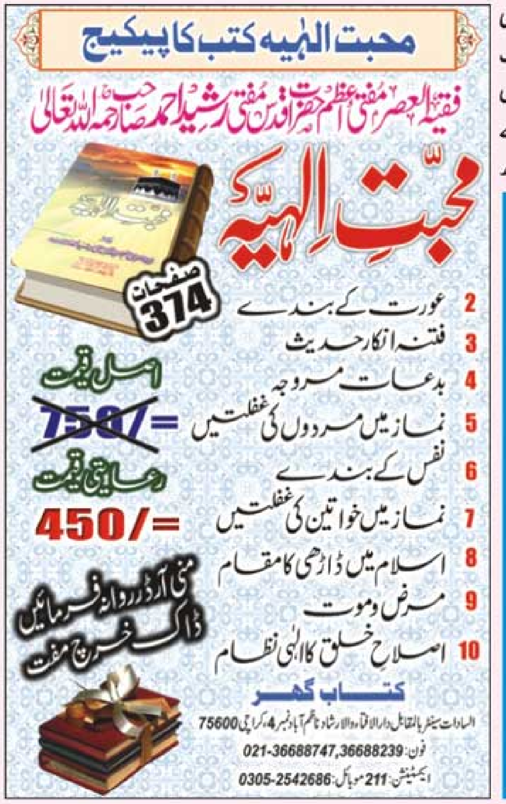

آرائشِ حسن

عندلیب آمنہ

منہ کی صفائی:

سانس میں خوشبو پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ دانت اور مسوڑھے ہمیشہ صاف ستھرے رہیں۔ ہر کھانے کے بعد ورنہ کم از کم صبح اٹھتے ہی اور رات کو سونے سے پہلے دانت ضرور صاف کریں۔

مسوڑھوں سے خون:

☆ مسوڑھوں سے خون آنے کی صورت میں سورج مکھی کے بیجوں کا استعمال کریں کیونکہ اس میں وٹامن اے کافی مقدار میں ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ فاسفورس کلورائیڈ اور کیلشیم بھی ایسے مسوڑھوں کو بہت فائدہ دیتے ہیں، جن سے خون آتا ہے اور دانتوں کو مضبوط کرتے ہیں۔

☆ پیپر منٹ کی اسپرٹ کے چند قطروں کو اگر ایک گلاس پانی میں ملا لیا جائے تو وہ منہ کو نہایت تر و تازہ اور صاف کر دیتے ہیں۔ عرقِ گلاب سے کلیاں کی جائے تو اس سے منہ صاف ہو جاتا ہے اور منہ میں خوشبو پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسی غذا کا استعمال کریں جس میں کلوروفل کافی مقدار میں موجود ہو۔ کلوروفل وہ سبز مادہ ہے جو درختوں اور پتوں میں پایا جاتا ہے۔ چقندر، شلجم اور مولی میں کلوروفل کافی مقدار میں پایا جاتا ہے۔ ان کو سبزیوں کے عرق میں شامل کر لیں۔

پھٹے ہوئے ہونٹ:

پھٹے ہوئے ہونٹوں کے لیے دو چمچ شہد کو عرق گلاب کے چند قطروں میں ملا لیں۔ رات کو سونے سے پہلے ہونٹوں پر لگا لیں۔

گردن کی جلد کو نرم اور سفید کرنا:

رات کے وقت جلد کی نشوونما کی کریم اپنی گردن اور حلق پر انگلیوں کی اوپر کی جانب سے لگائیں۔

اس کے علاوہ گردن کی جلد کو سفید اور نرم کرنے کے لیے آپ تین چمچ پر اکس پاؤڈر اور دو چمچ گلیسرین کو دو پیالہ عرقِ گلاب میں ملا لیں اور یہ لوشن آپ کندھوں اور بازوؤں پر بھی لگا سکتے ہیں۔

گردن کی ورزشیں:

آہستہ آہستہ سانس لیں اور اپنی گردن کو جھکا کر سینہ تک لے آئیں، پھر سر کو آہستہ آہستہ سے اونچا کریں اور پیچھے کی جانب جس قدر بھی جھکا سکتے ہیں جھکائیں۔ یہ عمل کم از کم دس مرتبہ کریں۔ دوسری ورزش یہ ہے کہ گہری سانس لیں اور گردن کو بائیں جانب کندھوں اور جسم کو حرکت دیے بغیر گردن کو جس قدر موڑ سکتے ہیں موڑ لیں۔ ایسا ہر روز کم از کم دس مرتبہ کریں۔

گردن اور کندھوں کے لئے کریم:

رات کو لگانے کے لیے آپ لینولین اور مکھن کی برابر مقدار ملا کر ان دونوں چیزوں کو ایک برتن میں کھولتے ہوئے پانی میں ہلائیں۔ اس کریم کو اپنی گردن اور کندھوں سے اوپر کی جانب ملیں۔ کریم کو رات بھر لگا رہنے دیں اور صبح کو دھو ڈالیں۔ ان کریموں اور لوشنوں کے علاوہ کچھ سادہ سی ورزشوں کے ذریعے بھی آپ اپنی گردن کو اچھی شکل وحالت میں رکھ سکتے ہیں۔

ہم نے چور پکڑا

ز۔ تاج۔ بہاول پور

اماں حضور کے مرتبے پر فائز ہونا کوئی آسان کام نہیں بلکہ جوئے شیر لانا ہے۔ اس آگ کے دریا سے ہم بھی گزرے مگر بچوں کی شرارتیں، ان کی معصوم ہوشیاریوں کے کئی یادگار واقعات ہیں جو لکھے جائیں تو پوری کتاب مرتب ہو جائے مگر یہاں آپ کو بس دیگ میں سے ایک چاول ہی چکھانا ہے۔ میں جوائنٹ فیملی میں رہتی تھی اور میرے چھوٹے چھوٹے تین بچے تھے۔ میری دو جیٹھانیوں (جو میری بڑی بہنیں بھی ہیں) کے چار چار بچے تھوڑے بڑے اسکول جانے والے تھے۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ میرے بچوں کا گرائپ واٹر غائب ہونے لگا۔ افضل گرائپ واٹر لاتے تو دو تین دن میں ختم ہو جاتا۔ میں پریشان تھی ایک دن تو حد ہی ہو گئی۔ افضل نے صبح دس بجے کے قریب گرائپ واٹر بھیجا، دوپہر کا کھانا پکا کے بچوں کو نہلانے کے بعد جب گرائپ واٹر پلانے لگی تو آدھی بوتل خالی تھی۔ اب تو جناب ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور تمام دماغی جاسوسی حسیات کام کرنے لگیں اور آٹھ بچوں کی جاسوسی وہ بھی تین چھوٹے بچوں کی اماں جان کے لیے خاصا دشوار کام تھا۔ لہٰذا ہم نے جال بچھانے کا سوچا (کیوں کہ ہماری ہر جاسوسی بچوں کی وارداتوں، ان کے کھانے پینے اور سونے جاگنے اور رونے، گرنے میں ہی فیل ہو جاتی تھی) سو جال بچھا دیا گیا اور اب ہم گرائپ واٹر چور کے اس جال میں پھنسنے کے بے چینی سے منتظر تھے۔ اگلے دن میں کچن میں کھانا بنا رہی تھی کہ میری بھانجی انعم سرپٹ بھاگتی ہوئی کچن میں آئی۔ آنٹی! آنٹی! پانی کدھر ہے؟ میں نے کہا کولر تو کمرے میں ہی رکھا ہے، جدھر سے وہ بھاگ کر آئی تھی۔ مجھے سارے کچن میں سرکے کی بو پھیلی ہوئی محسوس ہوئی اور ساتھ ہی دماغ شریف میں جھماکا ہوا۔ گرائپ واٹر بمقابلہ سرکہ اور ہم قہقہے لگاتے کمرے کی طرف بھاگے۔ دیکھا تو انعم گلاس پہ گلاس غٹا غٹ پانی پی رہی تھی۔ (اب یہ مجھے اندازہ نہیں کہ دو تین گھونٹ سرکہ کے پینے کے بعد اتنی پیاس لگتی ہے کیوں کہ میں بہت معصوم ہوں) اور اس معصومیت کے ساتھ ہم سے ہنسی روکنا محال ہو رہا تھا۔ میرا خیال ہے آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے۔ اگر آپ بھی میری طرح معصوم ہیں تو اس آدھی بوتل سے گرائپ واٹر نکال کر مابدولت نے اتنا ہی سرکہ ڈال کر رکھ دیا تھا۔ اب جب انعم گرائپ واٹر کا چسکہ پورا کرنے آئی اور آتے ہی بوتل منہ کو لگائی تو آئے ہائے...... تو آپ جان ہی گئے ہوں گے۔ پتا نہیں ہاتھوں کے طوطے اڑتے محسوس ہوئے ہوں گے یا آنکھوں کے آگے تارے ناچے ہوں گے یا قدموں تلے سے زمین نکلی ہوگی۔ پتا نہیں کیا محسوس کیا ہوگا کیوں کہ ہم بہت معصوم ہیں۔

نوٹ: اگر آپ کو ایسی کوئی مشکل درپیش ہو تو آپ بلا جھجک یہ ٹوٹکا استعمال کر سکتی ہیں۔

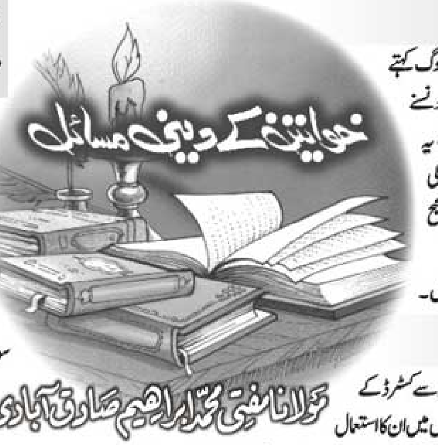

کانوں کی آواز:

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کانوں میں انگلیاں ٹھونسنے کے بعد جو آواز آتی ہے، یہ جہنم کی آگ بھڑکنے کی آواز ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟ (ایضاً)

جواب: صحیح نہیں۔

کسٹرڈ کا حکم:

سوال: بازار سے کسٹرڈ کے ڈبے دستیاب ہیں اور گھروں میں ان کا استعمال عام ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کے اجزاء میں سور کی ہڈی شامل ہے۔ کیا یہ حقیقت ہے؟ کسٹرڈ کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ (ر،ب۔ گجرات)

جواب: کسٹرڈ کا استعمال جائز ہے۔ دراصل مختلف کمپنیوں کے تیار کردہ کسٹرڈ بازار میں دستیاب ہیں، سب کے متعلق یہ دعویٰ مشکل ہے کہ ان میں خنزیر کی آمیزش ہے یا نہیں۔ ہاں کسی خاص کمپنی کے متعلق اگر مکمل تحقیق ہوجائے کہ اس کے تیار کردہ کسٹرڈ کے اجزا میں کوئی جز حرام ہے تو اس کا مقاطعہ ضروری ہے۔

متعدد اذانوں میں سے کس اذان کا جواب دیا جائے؟

سوال: ہم تعلیم وغیرہ میں مصروف ہوتی ہیں کہ بیک وقت اذانیں شروع ہوجاتی ہیں۔ پوچھنا یہ ہے کہ تمام اذانوں کے اختتام تک ہم خاموش بیٹھی رہیں یا کسی ایک اذان کے اختتام تک؟ اور جواب کس کس اذان کا دیں؟ اگر مختلف اذانوں کی گونج کے سبب ہم کسی اذان کا جواب نہ دے سکیں تو اختتام پر دعا پڑھیں یا نہیں پڑھیں؟

جواب: افضل تو یہ ہے کہ تمام اذانوں کے اختتام تک خاموش رہیں۔ ساری اذانیں خاموشی سے سنیں اور سب کا جواب دیں۔ اگر اس میں دقت ہو تو صرف پہلی اذان کے دوران خاموش رہیں اور اسی کا جواب دیں، خواہ یہ اذان مسجد محلہ کی ہو یا کسی دوسری مسجد کی۔ (صرح بہ فی ردالمحتار 400/1 وغیرہ)

بعض اکابر کی تحقیق یہ ہے کہ مسجد محلہ کی اذان کا جواب دیا جائے، خواہ وہ پہلے ہو یا بعد میں۔ (ملاحظہ ہو احسن الفتاویٰ 206/10) پس احتیاط اس میں ہے کہ اذان اول اور اذان مسجد محلہ، دونوں کی رعایت کی جائے۔ اگر مسجد محلہ کی اذان ہی اذان اول ہو تو اسی کے جواب پر اکتفا کرے، ورنہ دونوں کا الگ الگ جواب دے۔ اگر کسی وجہ سے اذان کا جواب نہ دے سکے، تب بھی اذان کے اختتام پر دعا وسیلہ پڑھ لیں، بلکہ دعا سے پہلے کلمات اذان کا جواب بھی دے دیں بشرطیکہ زیادہ دیر نہ ہوئی ہو۔

سورۂ توبہ کے درمیان یا آخر سے تلاوت کی صورت میں بسم اللہ...... پڑھنے کا حکم:

سوال: ہمیں یہ مسئلہ تو معلوم ہے کہ سورۂ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہیں پڑھی جاتی لیکن ہم اگر سورۂ توبہ کی آخری آیات تلاوت کریں یا اس سورت کو درمیان سے کہیں پڑھنا چاہیں تو بسم اللہ پڑھ کر شروع کریں یا بغیر بسم اللہ کے؟ (ع۔ل۔ کراچی)

جواب بسم اللہ نہ پڑھنے کی صرف ایک صورت ہے وہ یہ کہ اوپر سورۂ انفال سے اگر تلاوت کرتے ہوئے سورۂ توبہ تک پہنچے تو سورۂ توبہ بسم اللہ پڑھے بغیر شروع کریں۔ اگر تلاوت کی ابتدا ہی سورۂ توبہ سے کریں یا سورۂ توبہ کے درمیان یا آخر سے تلاوت کریں تو عام سورتوں کی طرح تعوذ و تسمیہ کے ساتھ شروع کریں گے۔

وان اقتصر علی ختم سورة الانفال فقطع القراء ة ثم اراد ان یبتدئ سورة التوبة کان کارادته ابتداءً قراء ته من الانفال فیستعیذ ویسمی وکذلک سائر السور کذا فی المحیط (عالمگیریه 316/5)

کھاتے ہوئے مطالعہ کرنا:

سوال: میری عادت ہے کہ کھانا کھاؤں یا چائے پیوں، کتاب اخبار یا رسالہ ہاتھ میں پکڑ لیتی ہوں اور کھانے پینے کے دوران کچھ نہ کچھ پڑھتی رہتی ہوں۔ اس میں گناہ تو نہیں؟ (ایضاً)

جواب: گناہ تو نہیں لیکن یہ عادت مناسب نہیں، نعمت کی ناقدری ہے۔ کھانا اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ اس کا حق یہ ہے کہ پوری توجہ اس کی طرف مبذول رہے، منعم حقیقی کے انعام کا استحضار ہو۔ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے بقول اگر سوکھی روٹی بھی سامنے آجائے تو میں ایسے انہماک اور محویت سے کھاتا ہوں کہ گویا یہ نعمت زندگی میں پہلی بار نصیب ہورہی ہے (مفہوم)۔ کھانے کے دوران ایسا کام نہ کیا جائے جس سے توجہ ہٹ جائے اور کھانے کی طرف دھیان نہ رہے۔

کان بجنے لگے تو کیا پڑھیں؟

سوال: اکثر میرے کانوں سے گھنٹی کی طرح آوازیں آتی ہیں۔ کسی نے کہا، اس موقع پر کلمہ پڑھا کرو۔ آپ فرمائیں مجھے کیا پڑھنا چاہیے؟ اور یہ آوازیں کیوں آتی ہیں؟ کیا گناہ گار لوگوں کو ہی آتی ہیں؟ (ع۔ل۔ کراچی)

جواب: جب کان بجنے لگے تو دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں اور یہ الفاظ ادا کریں۔ **ذکر اللہ بخیر من ذکرنی۔** (حصن حصین صفحہ 105 بحوالہ طبرانی وابن السنی باسناد ضعیف)

کان بجنا یا آوازیں آنا گناہ گار ہونے کی دلیل نہیں، دماغی خشکی یا کوئی سی بیماری ہوسکتی ہے، اس لیے معالج سے رجوع کیا جائے۔

60 سالہ معیار اور اعتماد کا قدیم نام
(پرانے ریل بازار والے)
سلیمان جیولرز اینڈ ٹیلرز
فیصل آباد
لہنگا، میکسی، فراک، انگرکھا، گوٹی شادی بیاہ اور پارٹی ویئر ورائٹی
E-mail: rao.nadeem@lcloud.com
پروپرائیٹرز
محمد ندیم
0321-7613481
محمد یوسف ندیم
0321-6603481
نوٹ: علماء حضرات کیلئے خصوصی رعایت
سونے پر زکوۃ کا حساب لگانے کیلئے اپنے سونے کا وزن مفت کروائیں
نئی برانچ ہریانوالا چوک ڈی گراونڈ مال آف لائیل پور پلازہ
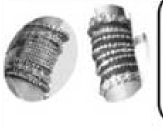

درد کا درماں

ریحانہ تبسم فاضلی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

❖ آنٹی جی! میرا مسئلہ یہ ہے کہ میری دوست تحریم زارا بہت آزاد خیال سی لڑکی ہے۔ سارا دن کمپیوٹر پہ گانے سنتی ہے۔ نہ نماز پڑھتی ہے، اگر سمجھاؤ تو مجھے بھی اپنے رنگ میں ڈھالنے کی کوشش کرتی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ وہ قومی کرکٹ ٹیم کے ایک کھلاڑی کو بہت پسند کرتی ہے، سارا دن اس کی باتیں کرتی ہے۔ اگر میں کہوں کہ نامحرم کا تذکرہ چھوڑ دو، نماز پڑھا کرو اور خدا کا شکر کیا کرو تو کہتی ہے، کس چیز کا شکر کروں کیا دیا ہے اللہ نے مجھے؟ اپنے لیے صرف فلاں شخص کو مانگا تھا وہ بھی نہیں دیا! (نعوذ باللہ) میں نے اس کے سر سے اس کرکٹر کا بھوت اتروانے کے لیے خواتین کا اسلام میں شایع ہونے والا ، دل میں عشق حقیقی کی جوت جگاتا ناول "محبت آگ کی صورت" بھی اسے پڑھوایا مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ اگر گانوں سے منع کروں تو کہتی ہے کہ اللہ روک لے مجھے گانوں سے اور کہتی ہے کہ اللہ نے میری قسمت کھوٹی بنائی ہے۔ کبھی کہتی ہے کہ اللہ نے پیغمبروں کو نیکی کے لیے ہی دنیا میں بھیجا ہوتا ہے، وہ کون سا خود نیکی کرتے ہیں، سارا دن اپنی قسمت کو کوستی ہے۔ حالاں کہ اس کے پاس اللہ پاک کا دیا ہوا سب کچھ ہے صرف اس کرکٹر کے سوا۔ ان مسئلوں کا پلیز کوئی حل بتائیں۔ آپ کی شکرگزار رہوں گی۔ (پری)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

بی بی پری صاحبہ! یہ بات آج تک میری سمجھ میں نہیں آئی کہ جو کام والدین کا ہے اس میں سہیلیوں کو پڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ تم خود بھی ابھی کنواری بچی ہو۔ غلط صحبت سے بچنا بہت ضروری ہے۔ ہمارے بڑے کہتے تھے کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے یا رنگ بدلتا ہے۔ آپ کو خود بھی اس بات کا احساس ہے کہ وہ بچی آپ کو بھی اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش کر رہی ہے۔ پھر بھی آپ بجائے اس سے دور ہونے کے اس کی فکر میں ہلکان ہیں۔ بے شک دوسروں کی اصلاح اور ایمان کی فکر کرنا بہت اچھی بات ہے لیکن ابھی آپ خود کم عمر ہیں اس کی اصلاح کیا کرسکیں گی؟ اس کے جو جملے آپ نے تحریر کیے ہیں، وہ کفریہ کلمات ہیں، آپ فوراً اس سے میل جول ختم کر دیں اور صرف اس کے لیے دعا کریں۔ اس کے گھر والے موجود ہیں ان کو خود اس کی اصلاح کی فکر ہونی چاہیے۔ یاد رکھیے وہ آپ کی ہم جولی نہیں ہے، بلکہ آپ کے ایمان کی دشمن ہوسکتی ہے۔ کسی شخصیت کا بھوت کسی کے سر پر سوار ہو جائے تو اس کو اتارنا بہت مشکل ہوتا ہے، اس لیے ایسی سہیلی کو دور سے سلام۔ ابھی وقت ہے، آپ اپنے ایمان اور عزت کی حفاظت کریں، اتنی محبت اللہ اور اس کے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ سے کریں، اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

❖ باجی! آپ کو عمرہ کی مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے گھر کی حاضری کی سعادت نصیب فرمائی۔ پوچھنا یہ ہے کہ آپ نے جو وظیفہ سورۂ فاتحہ والا (شادی کے لیے) بتایا تھا۔ جب میں نے شروع کیا تو اٹھارہ دن ہوئے تھے کہ معذوری کے ایام شروع ہوگئے پھر میں نے پاکی کے دنوں میں بائیس دن مکمل کر لیے، کیا ایسا کرنا درست ہوگا؟ کیوں کہ میرا مسئلہ یہ ہے کہ کبھی بائیس دن کے بعد معذوری شروع ہو جاتی ہے اور کبھی پندرہ دن کے بعد اور کبھی کبھی دو ماہ بھی گزر جاتے ہیں۔ دوسری بار یہ وظیفہ شروع کیا تو مجھے دو ماہ تک معذوری کے ایام شروع نہیں ہوئے تو میں کیا کروں۔ خواتین کا اسلام میں ہی جواب سے مطلع فرمائیں۔ جزاک اللہ (اخت ع۔ن تونسوی۔ واہ کینٹ)

بی بی اختِ ع،ن تونسوی! آپ نے دو مرتبہ سورۃ الفاتحہ والا عمل کیا، دونوں عمل درست ہیں۔ اب آپ زوال کے وقت باوضو اور قبلہ رخ ہو کر اول و آخر ایک مرتبہ درودِ ابراہیمی اور 8 یا دس منٹ تک خوب دل سے یالطیف کا ورد کریں، اور بعد میں اللہ تعالیٰ سے خوب عاجزی و انکساری سے دعا کریں، رب العزت ضرور آپ کی دعا قبول فرمائے گا۔ بعض اوقات انسان محسوس کرتا ہے کہ اس کی دعائیں قبول نہیں ہوئیں لیکن ایسا نہیں سوچنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہر دعا قبول فرماتا ہے، سعی کرتی رہیں یقین کے ساتھ، بیج سے پھول بننے میں کچھ عرصہ لگتا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔

صرف جواب: بی بی بنتِ اسلام! میں آپ کے ہر مسئلہ کا جواب جامع اور مختصر دوں گی۔

بی بی! آپ کے والد کے سامنے اگر دادا نے کسی کی غیبت کی، تو آپ کے والد صاحب کو نرمی سے قرآن وسنت کے حوالے سے انہیں غیبت کا مسئلہ بتانا چاہیے تھا، ان سے گرما گرمی کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ 313 مرتبہ درودِ ابراہیمی پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، کہ آپ کے دادا اور آپ کی والدہ صاحبہ آپ کو اور گھر والوں کو بددعائیں نہ دیں۔ آپ اپنے دادا جان سے اچھا سلوک کریں، والد صاحب کی طرف سے معافی مانگیں۔ ان سے محبت و اخلاص کا برتاؤ کریں پھر کسی دن بہت آرام سے انہیں غیبت کے بارے میں بتائیں۔ والدہ صاحبہ کے ساتھ بھی بے حد محبت سے پیش آئیں، ان کی خدمت کریں، ان کی بری بھلی خندہ پیشانی سے برداشت کریں۔ ان شاء اللہ ایسا کرتی رہیں گی تو وہ بھی سب سے راضی ہو جائیں گی اور آپ لوگوں کو بددعا نہیں دیں گی۔

دماغ چند دنوں میں تیز نہیں ہوتا۔ ہر نماز کے بعد پیشانی اور سر پر ہاتھ رکھ کر اول و آخر ایک مرتبہ درود شریف 7 مرتبہ یاعلیم، یاحفیظ، یاقوی پڑھیں۔ رب زدنی علما کثرت سے پڑھیں۔ ان شاء اللہ علم میں اضافہ ہوگا اور دماغ قوی ہو جائے گا۔ ہر نماز کے بعد سورۂ آل عمران کی آیت 27,26 ایک بار پڑھیں، اللہ تعالیٰ عزت عطا فرمائے گا۔

سرگودھا والے!!!!! بات تو سنیں!!!!
اب MIS FOUNDATION کی تمام کتابیں اور Cd's یہاں دستیاب ہیں
حبیب الرحمٰن
مکتبہ عبداللہ بلاک 12،
گرلز کالج روڈ، نزد
MCB Bank
0321-6018171
MIS FOUNDATION
www.mis4kids.com

کچھ دھیان ادھر بھی

اہلیہ راشد اقبال

’’کیا ہوا علینہ بیٹا؟ اتنا منہ لٹکا کر کیوں بیٹھی ہو۔‘‘ امی نے کئی بار کچن آتے جاتے علینہ کو ایک ہی زاویے میں بیٹھے دیکھ کر کہا۔

’’کچھ نہیں امی۔‘‘ وہ اداسی سے بولی۔

’’کچھ تو ہے جو میری بیٹی یوں جلیبی کی طرح سیدھی بیٹھی ہے!‘‘ امی نے اس کا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے ہنستے ہوئے کہا۔

’’میں بتاتی ہوں اسے کیا ہوا ہے؟‘‘ کرن امی اور علینہ کے درمیان تقریباً جست لگا کر آ بیٹھی۔

’’بولو!‘‘ امی اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

’’آپ نے اس کے ہاتھ میں گچھا نہیں دیکھا۔‘‘ کرن کے کہتے ہی امی کی نظر علینہ کے ہاتھ پر پڑی۔

’’یہ کیا ہے؟‘‘ امی نے بالوں کے گچھے کو ہاتھ لگاتے ہوئے عجیب سے انداز میں کہا۔

’’بال ہیں......نہیں...... بلکہ گھاس پھوس ہیں، نہیں بلکہ جھاڑ ہیں۔‘‘ علینہ ادل بدل کے جملے بولنے لگی

’’جی نہیں نہ بال ہیں، نہ گھاس پھوس ہیں، نہ جھاڑ ہیں بلکہ جھاڑو کے تنکے ہیں۔‘‘ کرن قہقہے لگانے لگی۔

’’کیا مذاق ہے؟ صحیح صحیح بتاؤ اتنے سارے بال کیسے ٹوٹے؟‘‘

’’پتا نہیں امی روز ہی ایسے گر رہے ہیں۔‘‘ علینہ کی اداسی کسی صورت کم نہ ہوئی۔

’’یہ جو تم دونوں الٹے سیدھے ٹوٹکے آزماتی ہو یہ اسی کے نتائج ہیں۔‘‘ امی قدرے خفا خفا سی اٹھتے ہوئے کہنے لگیں۔

’’امی آپ کے بال کتنے اچھے ہیں مگر ہم دونوں بہنوں کے بال نجانے کس پر چلے گئے۔‘‘

’’کس پر چلے گئے کیا مطلب، بالوں کی اوپری سطح پر بس ذرا بم بلاسٹ ہوگیا ہے اور کچھ نہیں۔‘‘ مدثر کمپیوٹر روم سے باہر جھانکتے ہوا بولا۔

’’امی!!‘‘ مدثر بھائی کے تاثرات سن کر تقریباً منمناتی ہوئی کرن بولی۔

’’مدثر بری بات ہے۔‘‘ امی بھی اپنی مسکراہٹ کو چھپا نہ سکیں۔

’’کاش مدثر بھائی کی شادی کسی پر کٹی سے ہوجاتی تو کتنا اچھا ہوتا، مگر امی آپ کو بھی وہ پونچھ والی عنبر ہی ملی تھی۔‘‘

علینہ نے جل کر بھائی کو جلانے کے لیے اپنی ہونے والی بھابھی عنبر کا نام بڑے ادب سے لیا۔

’’یہاں تو گولہ باری شروع ہوگئی، مجھے تو اپنے بچاؤ کے لیے ٹوپی پہن لینی چاہیے۔ کہیں میرے بھی حسین اور کالے کالے بالوں کو تم دونوں کی نظر نہ لگ جائے۔‘‘ مدثر نے سر پر ٹوپی رکھتے ہوئے کہا اور غائب ہو گئے۔ امی قریب رکھی سرسوں کے تیل کی شیشی اٹھا لائیں۔

’’لاؤ میں تم دونوں کے سر پر سرسوں لگا دیتی ہوں تا کہ کچھ تو چمک بحال ہو۔ نہ جانے کیا کیا الٹا سیدھا لگاتی رہتی ہو بالوں میں پھر بھی ایسے روکھے پھیکے بال ہیں تم دونوں کے کہ منہ پہاڑ اور سر جھاڑو والی کیفیت تم پر صادق آنے لگی ہے۔‘‘

مگر امی کے ہتھیلی پر تیل لگاتے ہی علینہ اور کرن دونوں وہاں سے نو دو گیارہ ہوگئیں، کیوں کہ دونوں ہی کو اس دیسی تیل سے الرجی تھی۔

☆

’’کرن تم دعا کرو نا پلیز! صائمہ نے جو بال لمبے کرنے کا ٹوٹکا بتایا تھا، اس کے لوازمات بھائی لے آئیں تا کہ ہمارے بال بھی عنبر کی طرح حسین گھنے اور لمبے لمبے کالے کالے ہوجائیں۔ میں نے بھائی کو بہت ہی سمجھا کر بھیجا تھا کہ کوئی چیز بھی کم مت لایے گا، لیکن سچ مانو اتنے مشکل مشکل سے نام تھے ان چیزوں کے کہ خود مجھ سے بھی صحیح پڑھا نہ جا رہا تھا۔ ویسے بھائی ہماری کسی بات کو رد نہیں کرتے، وہ کہیں نہ کہیں سے ہمارے بتائے ہوئے لوازمات ڈھونڈ لائیں گے۔ مجھے تو اب اپنے چھوٹے چھوٹے بھورے بھورے گھاس جیسے بال بالکل اچھے نہیں لگتے۔‘‘ علینہ اپنی چھوٹی سی چوٹی ہاتھ میں لیتے ہوئے نان اسٹاپ بول رہی تھی۔

’’علینہ میرا حال بھی تم سے کچھ کم نہیں ہے۔ نجانے ہمارے بال کس پر چلے گئے۔ چاچی کے بال اتنے اچھے ہیں تو عنبر کے بال بھی اپنی امی پر چلے گئے، مگر ہمارے بال اپنی امی کے بالوں پر نہیں گئے۔‘‘ کرن کی اداسی بھی قابل دید تھی۔

’’عنبر کی اتنی لمبی چٹیا دیکھ کر تو مجھے اب جلن سی ہونے لگی ہے۔‘‘

’’کبھی کبھی مجھے بھی ایسا ہی محسوس ہوتا ہے، اتنا لمبا اور موٹا دوپٹا اوڑھ لپیٹنے کے باوجود اس کی چٹیا ضرور نظر آتی ہے۔ میرا تو دل چاہتا ہے دو چار جوئیں اس کے سر پر چھوڑ دوں تا کہ وہ سر کھجائے تو میری جلن میں کچھ کمی ہو۔‘‘ کرن اپنی رائے دینے لگی۔

’’بھلا دو چار جوؤں سے اسے کون سا فرق پڑے گا۔ اتنے لمبے اور گھنے بالوں کے لیے تو سو ڈیڑھ سو جوئیں ہونی چاہییں۔‘‘ علینہ ہنستے ہوئے بولی۔ پھر فوراً اپنے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولی: ’’اللہ میری توبہ!‘‘

’’کرن......علینہ......!!‘‘ بھائی کے آواز لگانے پر وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئیں۔

’’ہمارا سامان مل گیا بھائی؟‘‘

مدثر بھائی کے ہاتھ میں لیے تھیلے پر ان کی نظر تھی۔ دونوں نے ایک ساتھ پوچھا۔

’’وہ سب بکواس چیزیں تھیں، میں تمہارے لیے لایا ہوں زبردست تیل تا کہ تم دونوں کے بال ویسے ہوجائیں جیسے تم چاہتی ہو۔‘‘

’’اچھا!‘‘ کرن نے فوراً تیل کی شیشی بھائی کے ہاتھ سے جھپٹ لی اور ہدایات پڑھنے لگی۔

’’چکری کسلی لونگا تیل، یہ کیسا عجیب سا نام ہے۔‘‘ علینہ نے پڑھتے ہوئے کہا۔

’’تم دونوں نے جو فہرست دی تھی اس سے تو اچھا ہی ہوگا، وگرنہ دکان دار سے جو چیزیں میں مانگ رہا تھا، وہ مجھے دوسری دنیا کی مخلوق سمجھ رہا تھا۔ بنفشی، چکولہ، اڑنگاری......توبہ دماغ کی چٹنی کا سفوف ہی بس رہ گیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا، جدید دور کا جدید تیل دے دیتا ہوں، بال مہینوں کی بجائے ہفتوں میں لمبے اور کالے ہوجائیں گے۔‘‘

’’کہیں ایسا نہ ہو بھائی کہ سالوں کی بجائے ہفتوں ہی میں پت جھڑ کا موسم آجائے۔‘‘ کرن کو تشویش ہوئی۔

’’اف ہو......اللہ نہ کرے اچھا اچھا منہ سے نکالا کرو کرن، ان شاء اللہ ہمارے بال بھی عنبر جیسے ہو جائیں گے۔‘‘ علینہ نے اس کو جھڑکا۔ عنبر کا نام سن کر مدثر بھائی مسکرائے بغیر نہ رہ سکے، آخر وہ ان کی چچازاد کے ساتھ ساتھ منگیتر بھی تھی۔

’’ویسے تم لوگوں کو اتنا جلنے کی ضرورت نہیں ہے عنبر سے۔‘‘

’’بھلا ہم کیوں جلیں گے۔‘‘ علینہ نے جھٹ جواب دیا۔

’’تم دونوں کی زبانی تو مجھے اس بات کا علم ہو ہی

ہدایت کی چنگاری

یہ سچا واقعہ ہمارے علاقے میں واقع مدرسہ کے دو حضرات کے ساتھ پیش آیا۔ انتظامیہ نے ان دونوں حضرات کو 20 ہزار روپے دے کر مدرسے کا راشن اور سبزی وغیرہ لانے کے لیے بھیجا۔ دونوں حضرات مدرسہ کی سوزوکی میں روانہ ہوئے، جیسے ہی کراچی میں واقع بنارس پل کے قریب پہنچے، دو موٹر سائیکل سواروں نے روک کر انتہائی بدتمیزی سے کہا:

''ابے او مولوی! جو کچھ ہے جلدی نکالو۔''

مولوی صاحب نے جیب سے وہ بیس ہزار نکال کر دیتے ہوئے کہا:'' بیٹا! یہ مدرسے کے پیسے ہیں اور قرآن پاک کے طالب علموں کا راشن پانی لینے جا رہے ہیں۔''

نوجوان نے گالی دے کر کہا:''چل بے'' اور یہ جا اور وہ جا۔

دونوں حضرات مسکین صورت کے ساتھ پل پر چڑھے تاکہ آگے سے یو ٹرن لے کر واپس مدرسے پہنچیں لیکن یہ کیا......! جیسے ہی وہ پل سے نیچے اُترے، وہ دونوں ڈاکو پھر آ دھمکے اور کہنے لگے:

''رک جاؤ بھائی!'' جیسے ہی گاڑی رکی۔ ان میں سے ایک نے کہا:''سچ بتاؤ یہ واقعی مدرسہ کے پیسے ہیں؟''

مولوی صاحب نے جواب دیا؟''جی بیٹا بالکل......'' نوجوان نے پیسے واپس دیتے ہوئے کہا:

''یہ لو پیسے اور جاؤ طالب علموں کا سامان لے لو۔'' پھر پہلے کی طرح غائب ہو گئے۔

یہ واقعہ سنا تو خیال آیا کہ آج کا نوجوان جتنا بھی بگڑا ہوا ہو، اس میں ہدایت کی چنگاری موجود ہے، بس اس چنگاری کو پیار محبت کی ہوا دینے کی ضرورت ہے۔

بلقیس احمد حسن فاروقی

چکا ہے کہ اس کے بال لمبے لمبے ہیں مگر تم دونوں فکر مت کرو، شادی ہوتے ہی میں اس کی پونچھ کاٹ دوں گا۔'' مدثر بھائی نے زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

ان دونوں کی ہنسی کو بریک لگ گئے۔ انہیں اپنے الفاظ پر شرمندگی ہوئی جو انہوں نے اپنی ہونے والی بھابھی کی شان میں نکالے تھے۔

''مگر پھر وہ سوڈیڑھ سو جوئیں...... کہیں میرے ہی نہ چڑھ جائیں۔'' انہوں نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

''ویسے کسی کے بارے میں برا نہیں سوچنا چاہیے۔'' انہوں نے ایک نظر کرن اور علینہ پر ڈالی اور ذومعنی ہنسی ہنستے ہوئے باہر چلے گئے۔ کرن اور علینہ شرمندگی سے ایک دوسرے کا منہ تکتی رہ گئیں۔

☆

عنبر کے بالوں سے حسد کا جذبہ تو دونوں کا بھائی کی ایک ہی بات سے راہِ راست پر آ گیا تھا۔ آخر وہ ان کے چہیتے بھائی جو تھے اور خود عنبر بھی ان کی بہت اچھی کزن کے ساتھ دوست بھی تھی۔ ایک ہی گھر میں پل کر سب بڑے ہوئے تھے۔ پردے میں رہتے ہوئے ایک دوسرے کے پورشنوں میں آتے جاتے رہتے تھے۔ بھائی سے منگنی کے بعد عنبر کا آنا بہت کم ہو گیا تھا، مگر کبھی کبھی وہ بھائی کی غیر موجودگی میں ضرور آ ٹپکتی۔

☆

''اف اللہ......تم پھر یہ دادی اماں کے ٹوٹکوں والی کتاب لیے بیٹھی ہو۔'' عنبر کی نظر علینہ پر پڑی تو بے اختیار بول اٹھی۔ علینہ نے منہ کے آگے سے کتاب سرکائی اور موٹا سا ناک پر پھسلتا چشمہ اوپر کرتے ہوئے بولی۔

''دادی اماں کی روح تمہارے اندر گھس گئی ہے۔ اس لیے زبردست بیوٹی ٹپس، دادی اماں کے ٹوٹکے نظر آ رہے ہیں۔''

''بھئی بیوٹی ٹپس کہہ لو یا ٹوٹکے، بات ایک ہی ہے۔''

''مل گئی، بہترین ترکیب مل گئی۔'' دھڑ سے دروازہ کھلا اور کرن خوشی سے بھاگتی ہوئی اندر آئی مگر عنبر کو دیکھتے ہی اس نے ہاتھ میں پکڑی کتاب اپنے پیچھے کر لی۔

''اب مجھ سے کیا چھپا رہی ہو تم دونوں؟'' عنبر نے ان دونوں کے بدلتے زاویے دیکھتے ہوئے کہا۔

''کک...... کچھ نہیں۔'' کرن الٹے قدم چلتی ہوئی کارنر میز تک آئی اور دراز کھول کر کتاب اس میں رکھ دی۔

''مجھے بھی بتاؤ! آخر تمہیں کیا مل گیا۔'' عنبر تجسس سے کہنے لگی۔

''یہ راز تمہارے کسی کام کا نہیں اور اگر تم پر آزمایا گیا تو تم سچ مچ چڑیل لگو گی۔''

''کیا مطلب......'' حیرت آنکھوں میں اُمڈ آئی۔

''مطلب یہی کہ بال بڑے کرنے کا ٹوٹکا ہمارے ہاتھ لگ گیا ہے۔'' اس کے بتائے بغیر بھی علینہ کے پیٹ میں درد ہونا تھا۔

''اف ہو......؟ تم دونوں کو کوئی اور کام نہیں ہے کیا؟'' عنبر ان کا پرانا راگ الاپنے پر بور ہونے لگی۔'' اور وہ تمہارا وہ چکری کسلی لونگا تیل کیا بے کار نکلا۔'' عنبر نے پچھلے ہفتوں کے کارناموں پر روشنی ڈالتے ہوئے پوچھا۔

''بھاڑ میں گیا وہ چکری کسلی لونگا تیل، بھائی کو دکان دار نے بے وقوف بنا دیا، اگر ہم کچھ دن اور آزماتے تو رہی سہی گھاس پھوس سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے۔'' علینہ نے اپنے الجھے الجھے بالوں کو ہاتھوں میں لے کر کہا۔

''اگر یہ دوپٹا ہمیشہ سر پر رہا کرے تو یہ گھاس پھوس اچھے بھلے بالوں میں تبدیل ہو سکتی ہے۔ ہر وقت کھلے سر پر شیطان کی چپت لگتی رہتی ہے تو بالوں کا ستیاناس تو ہونا ہی ہے۔''

''آں...... ہاں...... تم ٹھیک کہتی ہو۔'' شرمندگی سے علینہ نے دوپٹے کا کنارہ سر پر رکھ لیا۔

''ایسے نہیں، بالکل ایسے جیسے نماز کے وقت اوڑھا کرتے ہیں۔'' عنبر نے اس کے سر پر دوپٹا لپیٹتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں پتا ہے، اگر عورت کا سر کھلا ہو تو حیا والے فرشتے گھر کے باہر کھڑے رہتے ہیں، یہ کتنی محرومی کی بات ہے۔ ترکیبیں تو اس محرومی کو دور کرنے کے لیے آزمانی چاہئیں۔''

نجانے عنبر کے لہجے میں کیا سوز تھا کہ کرن بھی اپنا دوپٹا طریقے سے اوڑھنے لگی۔ اس کے چہرے کی ندامت اس بات کی گواہ تھی کہ اب محنت کسی اور چیز پر ہو گی۔

رسمِ وفا

3

اسے ہوش آیا تو انگ انگ میں ٹیسیں اٹھتی محسوس ہوئی تھیں۔ اس نے بمشکل کراہ کر گردن موڑی تو سامنے ہی سفید لباس میں حرکت کرتے چہرے نظر آئے۔ ذہن پر زور دیا تو آہستہ آہستہ اسے سب یاد آتا گیا۔ اس کا ایہاب کے ساتھ چائنا کا سفر، جہاز کا جھٹکے کھانا، انجن میں آگ لگنا اور ہنگامی طور پر جہاز کا لاہور میں لینڈ کر جانا اور لینڈ کرتے ہی جہاز میں زور دار دھماکے کی آواز...... بے ساختہ اسے ایہاب کا خیال آیا، اس نے ایہاب کو پکارا۔

''ایہاب......ایہاب......'' نرس جو برابر بیڈ پر تھی، فوراً متوجہ ہوئی۔ اس نے ڈرپ چیک کی اور ٹمپریچر لینے لگی۔

''سسٹر، ایہاب کہاں ہیں؟ میرے ہسبنڈ۔'' بمشکل ہی اس نے پوچھا تھا، اس کا دل انجانے خدشات کی آندھیوں میں تھا۔

''سوری میم، ابھی حادثے کو پانچ گھنٹے گزرے ہیں، تمام زخمیوں کے بارے میں معلومات نہیں پہنچی ہے، لہٰذا میں آپ کو کچھ بتا نہیں سکتی، آپ ذہن پر بوجھ نہ ڈالیں، ان شاء اللہ بہت جلد آپ کو آپ کے عزیزوں کے بارے میں بتایا جائے گا، آپ پلیز آرام کریں۔'' اس نے پیشہ ورانہ ہمدردی کے ساتھ مسکرا کر اس کا ہاتھ تھپکا اور آگے بڑھ گئی۔ ابیہ نے بے بسی سے آنکھیں موند لیں۔

سارا منظر خواب کی طرح ذہن کے دریچے پر روشن ہو گیا۔ وہ دونوں کتنی پلاننگ کرتے ہوئے چائنا جانے کے لیے نکلے تھے۔ کتنی خوش تھی اس بار وہ، ایک ماہ تک ہر مصروفیت کو جھٹک کر وہ ساتھ گزارنے والے تھے، مگر یہ خوشی عارضی ثابت ہوئی اور جہاز کے ساتھ ساتھ اس کے خوابوں کے دیپ بھی جل گئے تھے۔ اس کا دل زرد آندھیوں کی زد میں تھا۔ ایک رضا کار ٹیم نے اس کے قریبی عزیزوں سے رابطہ کرنے کے لیے نمبر مانگے تو اس نے اپنے بابا کے نمبر لکھوا دیے اور محض آدھے گھنٹے کے اندر اس کے بابا ماما اس کے پاس تھے۔ غالباً حادثے کی اطلاع انہیں پہلے ہی ہو چکی تھی وہ ابیہ کو ہر ممکنہ ہسپتال میں ڈھونڈ رہے تھے۔

وہ ٹرینکولائزر کے سبب مدہوشی میں تھی، جب اسے محسوس ہوا، کسی نے بہت نرمی سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور جھک کر اس کا ماتھا چوما۔ اسی لمحے اس کی آنکھوں اور گال پر پانی کے بہت سے قطرے گرے اور کانوں نے سسکیوں کی آواز سنی۔ پھر ہلکی ہلکی سرگوشیوں کی آوازیں آنے لگیں۔ اس کے ذہن نے ان آوازوں کو پہچاننا چاہا مگر دوائیوں کا اثر گہرا تھا۔ سر پر مستقل گردش کرتا ہوا محبت بھرا ہاتھ اسے بے حد سکون دے رہا تھا جبکہ پانی کے قطرے مسلسل اس کا بازو بھگو رہے تھے۔ دو بہت قریبی اور جانی پہچانی آوازیں اس کے حوالے سے باتیں کر رہے تھے۔ اس کا ذہن مسلسل سرچ کر رہا تھا پھر گویا اسے اپنا ہدف مل گیا اور اس نے شناخت کر لیا، جب مما نے مخصوص آواز میں ابیہ کہہ کر پکارا تھا۔

مناجیہ جبیں

''ماما!'' اس کے منہ سے پہلا لفظ یہی ادا ہوا۔

''جی ماما کی جان!'' ماما نے اسی تیزی سے اسے جواب دیا۔ اسی لمحے پاپا کا لمس اسے اپنے سر اور پھر چہرے پر محسوس ہوا۔

''بابا!'' اس نے پکارا تھا اب اس کی آنکھیں کھل گئی تھیں۔ دو محبت بھرے لمس نے اس کی مدہوشی کو شکست دیدی تھی۔

''جی میرا بیٹا۔'' پاپا کا لہجہ بھی بھیگا بھیگا تھا۔ وہ خالی خالی نگاہوں سے اپنی دنیا کے ان عزیز ترین، شفقت و محبت کے مجسم وجودوں کو دیکھتی رہی، شدت گریہ ضبط کرتے ہوئے بابا اور سرخ آنکھوں اور غم سے نڈھال ماما۔ وہ ان دونوں کی آنکھوں میں اپنے سوال کا جواب ڈھونڈتی رہی۔

''میرا ایہاب کہاں ہے؟''

''صبر کرو بیٹا ایہاب اللہ کے پاس چلا گیا۔'' پاپا نے اس کے شانے تھپکے اور ماما نے بڑھ کر اسے اپنی آغوش میں بھر لیا۔

☆

آج ہسپتال میں اسے تیسرا دن تھا۔ بیرونی چوٹ سے زیادہ اسے دل پر لگی چوٹوں نے مار ڈالا تھا۔ شادی کے محض پانچ سالوں میں وہ بیوہ ہو گئی تھی۔ حادثے کی تفصیلات اسے یہی بتائی گئی تھیں کہ جہاز پھٹنے سے بعض مسافروں کو تو اس دھماکے نے دور لا پھینکا تھا جبکہ بعض جن کی سیٹیں انجن سے قریب تھیں، وہ جل گئے اور بعض مسافر گہری چوٹ کے سبب موقع پر ہی دم توڑ گئے تھے۔ ایہاب اور ابیہ دونوں ہی دھماکے کی شدت سے بہت دور گرے تھے مگر ایہاب کے سینے پر جہاز ہی کا جلتا ہوا کوئی ٹکڑا آ گرا تھا جس نے سینے میں گھس کر اس کی موت کا سامان کر دیا جبکہ ابیہ کو شدید چوٹیں آئی تھیں مگر وہ بچ گئی تھی۔

پرواز چونکہ غیر ملکی تھی، اس لیے زخمیوں کو فوراً لاہور کے وی آئی پی ہسپتال میں شفٹ کیا گیا تھا۔ شناخت شدہ لاشیں ان کے عزیزوں کے حوالے کر دی گئی تھیں۔ ایہاب کی تدفین ہمدانی صاحب نے خود کروائی تھی۔ والدا یہاب کے تھے نہیں اور والدہ پہلے ہی اسلام آباد میں تھیں اور غم سے نڈھال تھیں۔ ایہاب ان کی اکلوتی اولاد تھے ان کا صدمہ ابیہ سے کم نہ تھا۔ وہ فوری طور پر لاہور نہ آ سکیں۔ جب کہ ایہاب کی نعش کی حالت ایسی نہ تھی کہ زیادہ رکا جا سکتا۔ اسی لیے ہمدانی صاحب نے انہیں مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنی صحت کے پیش نظر لاہور نہ آئیں۔ ایہاب کی تدفین ہو ہی گئی تھی وہ ابیہ کو خود کچھ عرصے میں ان کے پاس لے آئیں گے۔

ابیہ کے زخم بھرنے لگے تھے، مگر اندرونی گھاؤ نے اس کے لبوں سے مسکراہٹ چھین لی تھی۔ عزیز احباب جس نے بھی سنا وہ ابیہ کے پاس آیا، مگر ابیہ کے ہونٹوں سے چپ کا تالہ نہ کھلنا تھا، نہ کھلا۔ وہ راتوں میں خوفزدہ ہو کر ایہاب کو پکارتی تھی اور دن میں ویران نظروں سے ہر آتے جاتے کو دیکھتی رہتی۔ اس دن مما نے لاکھ جتن کر کے اسے بمشکل سوپ پلایا اور پھل کی قاشیں بنا کر اس کے آگے پلیٹ رکھ دی۔ عصر کا وقت تھا۔ مما نے کھڑکیوں کے پردے ہٹائے تو سنہری دھوپ نے کمرہ بھر دیا۔ آج نسبتاً دو دنوں کے سناٹا تھا۔ خاص ملنے جلنے والے سب پرسا دے کر جا چکے تھے۔ مما اسے اصرار کر کے باہر لان میں لے آئیں۔ تھوڑی دیر تو اس نے ماما کے ساتھ واک کری پھر تھک کر قریبی بینچ پر بیٹھ گئی۔ باغ میں ہلکی دھوپ اور خنک ٹھنڈی ہوا نے اس کے دماغ پر اچھا اثر ڈالا۔ اکا دکا لوگ، آتی جاتی گاڑیاں اور ادھر ادھر بچوں کی ہنسی سے بھرپور آوازیں اس کی نگاہوں کا ارتکاز بنی رہیں۔ سورج غروب ہونے لگا تو وہ اندر آ گئی، راستے میں کاریڈور میں آتے جاتے ڈاکٹر، تیزی سے ڈیوٹی دیتی نرسیں اور وارڈ بوائے کو دیکھتی وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی کہ بے ساختہ ایک آواز نے اس کے قدم روک لیے وہ جھٹکے سے پیچھے مڑی تھی۔

☆

ریان نے ہوٹل سے نکل کر ادھر ادھر جھانکا تو زندہ دلانِ لاہور کی زندہ دلی کو فرضی سلام بجالایا۔

آپ کی صحت

ڈاکٹر اُمِ محمد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

❖ باجی! میری عمر 20 سال ہے۔ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں بہت کمزور ہوگئی ہوں جبکہ میری خوراک بھی بالکل ٹھیک ہے۔ آنکھوں کے نیچے گہرے حلقے پڑے ہوئے ہیں۔ ہاتھ پاؤں سارے جسم کی ہڈیاں نکلی ہوئی ہیں۔ دیکھنے میں بہت ہی زیادہ کمزور لگتی ہوں۔ دن بہ دن کمزوری نے مجھے بہت پریشان کر رکھا ہے۔ مہربانی فرما کر مجھے کوئی اچھی سی دوا بتا دیجیے، آپ کی بہت شکر گزار رہوں گی۔ میرا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مجھے لیکوریا ہے تقریباً پانچ چھ سال سے۔ اس کے لیے میں دوا تو استعمال کر رہی ہوں، وہ دوا خواتین کے اسلام ہی سے پڑھی تھی، دیسی دوا ہے (ماجور، رال سفید وپھٹکری بریاں) اس سے کوئی خاطر خواہ افاقہ نہیں ہوا۔ دو ماہ سے کھا رہی ہوں کبھی لگتا ہے کہ فرق ہے، کبھی لگتا ہے کہ نہیں ہے۔ آپ بتائیے کہ استعمال کرتی رہوں یا کوئی اور دوا استعمال کروں، مجھے ضرور جواب دیجیے گا۔ آپ کے لیے خلوص دل سے دعا گو ہوں (آپ کی پیاری بہن۔ جھنگ)

جواب: میری پیاری بہن جھنگ! اگر آپ اپنے نام کا ایک حرف ہی لکھ دیتیں تو آپ کو آسانی رہتی، آیندہ خیال رکھیے گا۔ آپ کی کمزوری صحت کی ایک وجہ تو لیکوریا بھی ہوسکتا ہے۔ آپ اپنا خیال رکھا کریں۔ ایسی چیزیں لیں جس میں Vit D زیادہ ہو مثلاً دودھ، مارجرین، مچھلی، اناج وغیرہ۔ دوا Secal Corr 30 اور Ovatosta دونوں سے 4-4 قطرے دن میں 4 مرتبہ لے لیا کریں۔

وزن بڑھانے کا گھریلو نسخہ یہ ہے کہ جو سالن میں اوپر روغن یا تری کہہ لیں ہوتی ہے، وہ 1 یا 2 چمچ پینے سے وزن بڑھتا ہے۔

☆

❖ میری بیٹی جو اس سال اگست میں پورے بارہ سال کی ہوگئی ہے۔ اس کا قد نہیں بڑھ رہا جس کی وجہ سے میں بہت پریشان ہوں اور اس کو ایام بھی سات مہینوں سے شروع ہوگئے ہیں۔ مہربانی فرما کر کوئی دوائی بتائیں۔ (اُم مریم)

☆ محترمہ اُم مریم صاحبہ آپ پریشان نہ ہوں۔ تھوڑا وقت ہے، بچی کا قد بڑھ سکتا ہے۔ تقریباً 14 سال تک آرام سے بڑھ سکتا ہے، بس تھوڑی توجہ چاہیے، ان کو ہلکی پھلکی ورزش کا کہیں، جیسے رسی کودنا، لٹکنا وغیرہ۔ دودھ اور دودھ سے بنی چیزیں زیادہ استعمال کروائیں۔ دواؤں میں اس کو Baryta Carb 200 ہفتے میں ایک دن پھر دوسرے ہفتے Thuja 200 پھر تیسرے ہفتے Tuber colinum 200 اسی طرح تقریباً چار پانچ ماہ دوائی کھلائیں۔ ان شاء اللہ فرق ہوگا۔ اگر دودھ میں کمپلان ملالیں تو اور اچھا رہے گا۔

صرف جواب: محترمہ صاحبہ! آپ اپنے پہلے مسئلے کے لیے Chimaphilla 30 اور Sabel ser 30 کے 4-4 قطرے دن میں 4 مرتبہ لے لیا کریں۔ اس کے ساتھ پیٹ کم کرنے کے لیے عرق مہزل اور زیرے کا عرق دونوں کو 1/2-1/2 کپ صبح اور رات لے لیا کریں۔ ان شاء اللہ آرام رہے گا۔

اس کڑاکے کی سردی میں بھی من چلوں کے ٹولے ادھر ادھر خوش گپیاں کر رہے تھے۔ سڑک پر ٹریفک معمول کا تھا۔ اسے بے ساختہ اپنی الیبلی بائیک یاد آئی۔ پھر وہ لاہور کا چکر لگانے کا ارادہ کرتے ہوئے رکشہ لینے کو آگے بڑھا۔ رات کے نو بج چکے تھے۔ رکشے والے سے مک مکا کر کے وہ بیٹھنے ہی لگا کہ اسے ایڈونچر سوجھا۔

''ایک منٹ خان صاحب!'' وہ نیچے اتر آیا۔

''میری ایک درخواست ہے۔'' اس نے اپنی بات کو گزارش کے لفافے میں سربمہر کیا۔

''بولو صاب مگر یہ یاد رکھنا کہ ہم کرایہ ایک پیسہ بھی کم نہیں لے گا، تم نے پہلے ہی بہت کم کروا لیا ہے۔'' خان صاحب نے اپنی مونچھوں کو تاؤ دیا۔

''نہ، نہ کرایہ کم کا ہے کو کرائے گا، ہم تو آپ کو پچاس روپے اور دینے کا سوچ رہا ہے۔'' اس نے تدبیر کے گھوڑے دوڑائے۔

''ایں...... پر وہ کیوں؟'' خان صاحب حیرت زدہ ہوگئے۔

''اگر آپ پیچھے بیٹھو، رکشہ میں چلاؤں تو آپ کو پچاس روپے مزید مل سکتے ہیں۔'' خان صاحب کو حیرت کا ہیضہ ہوگیا۔

''کیا...... نہ صیب نہ ...... لگتا ہے تم ہمارا رکشہ اغواء کرنے کے چکر میں ہے۔''

''ارے او خان، تمہیں پیچھے بٹھا کر تمہارا رکشہ اغواء کروں گا تو تاوان کس سے مانگنے جاؤں گا۔'' اس نے سر پیٹ لیا۔

''پھر آپ کیا کرے گا ہمارا رکشہ چلا کر؟''

''ارے بھئی خان صاحب بس ایڈونچر اور کیا، بے فکر رہو، اناڑی نہیں ہوں، بڑی بڑی گاڑیاں چلا لیتا ہوں، کراچی سے آیا ہوں، یہ دیکھو میرا پریس کارڈ، اخبار میں کام کرتا ہوں۔'' اس نے بالآخر خان صاحب کو نیم رضامند کر لیا۔

''پر صیب کوئی حادثہ ہوگیا تو......؟'' خان صاحب ہچکچا رہے تھے۔

''کچھ نہیں ہوگا یار اور جو ہوا میری ذمہ داری چلو، سو روپے اوپر لے لینا بس۔'' خان صاحب نے کچھ دیر سوچا، پھر اس کے حلیے پر اعتماد کرتا ہوا راضی ہو ہی گیا اور چابی اسے تھما دی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہی ریان ترنگ میں آ گیا۔

''واہ جی ریان صاحب! کیا خوب کام ڈھونڈا ہے آپ نے۔'' اس نے زیر لب مسکراتے ہوئے بال ٹھیک کیے۔ ''سنا ہے جس نے لاہور نہیں دیکھا وہ پیدا ہی نہیں ہوا، چلو جی آج محترم آنجناب ریان صاحب بہ نفس نفیس پیدا ہونے جا رہے ہیں۔'' اس نے دل ہی دل میں خود کو مخاطب کیا اور رکشہ اسٹارٹ کرنے لگا۔ کہنے کو خان صاحب پیچھے بیٹھ تو گئے تھے مگر وہ اب تک شش و پنج میں ہی تھے۔

''ہور بادشاہو......؟ سب خیر ہی ہے ناں؟'' ریان نے اس کے چہرے سے اس کی کشمکش کی پیمائش کی۔

''ہاں صیب بس آپ ذرا دھیان ہی سے چلانا۔'' وہ تھکی تھکی آواز میں بولا۔ اور جناب ریان صاحب نے رکشہ لاہور کی سڑکوں پر دوڑانا شروع کر دیا۔ (جاری ہے)

اے بنتِ حوا! سنبھال خود کو

بشریٰ بنت فریدالدین احمد فاروقی۔ کراچی

19 رمضان المبارک 2011ء بدھ کے دن ٹھیک ایک بجے موبائل ٹون بجی۔ میں نے ریسیو کیا تو دوسری طرف سے گھبرائی ہوئی آواز آئی: ''ہانی کیا عرشی تمہارے گھر پر ہے؟''

میں نے کہا: ''نہیں تو؟...... کیوں کیا عرشی ابھی تک گھر نہیں پہنچی؟''

انہوں نے کہا ''نہیں، وہ ابھی تک گھر نہیں آئی۔''

مجھے بہت حیرت ہوئی اور کہا کہ ''وہ تو کب کی گھر جا چکی ہے اور مجھ سے تو ملی بھی نہیں۔ آپ ایسا کریں کہ مہروش اور حرا سے فون کر کے پوچھیں، شاید ان کے گھر پر ہو۔''

انہوں نے فون رکھ دیا۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ گھر میں بتایا تو سب ہی پریشان ہو گئے اور فون کا انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد فون آیا تو عرشی کی بہن نے روتے ہوئے بتایا کہ عرشی وہاں بھی نہیں ہے اور جس جس کے بھی فون نمبرز تھے سب جگہ معلوم کر لیا لیکن وہ کہیں بھی نہیں ہے۔''

یہ سن کر مجھے پیروں تلے زمین نکلتی ہوئی معلوم ہوئی، ایک پل کے لیے عرشی کا چہرہ آنکھوں کے سامنے آیا اور پھر......اندھیرا چھا گیا۔

☆

ہمیں یہ خبر ملی تھی کہ میٹرک کی مارکس شیٹ اسکول میں آ گئی ہے، تو ہم سب سہیلیوں نے یہ پروگرام بنایا تھا کہ بدھ کو صبح 9:00 بجے ہم سب ایک ساتھ مارکس شیٹ لینے جائیں گے۔ اتنے دنوں بعد ایک دوسرے سے ملنے کی وجہ سے ہم سب ہی بہت خوش تھے۔ عرشیہ کا گھر ذرا دور تھا، وہ بس میں آتی تھی۔ اس لیے ساڑھے آٹھ بجے ہی گھر سے نکل گئی۔ جبکہ میں اپنے وقت پر گئی تھی۔ جب میں اسکول پہنچی تو میرے علاوہ کوئی اور کلاس فیلو نہیں تھی، میں نے کلاس ٹیچر سے عرشی کا پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ آئی تھی لیکن جلدی چلی گئی۔ مجھے یہ سن کر غصہ آیا اور حیرانی بھی ہوئی کہ کہاں تو وہ مجھ سے ملنے کے لیے بے تاب ہو رہی تھی اور پھر ملے بغیر ہی چلی گئی۔ یہی سوچتے ہوئے میں ساڑھے نو بجے تک واپس گھر پہنچ گئی، لیکن جب پتا چلا کہ عرشی گھر نہیں پہنچی اور کسی سہیلی کے گھر پر بھی نہیں ہے تو بہت زوردار دھچکا لگا کہ آخر وہ کہاں گئی؟

عرشی کے گھر والوں نے عرشی کو بہت ڈھونڈا لیکن کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا۔ رو رو کر سب کا ہی برا حال تھا۔ سب دعائیں، وظائف جس نے جو کچھ بتایا پڑھ رہے تھے۔ ذہن میں الٹے سیدھے خیالات آ رہے تھے کہ کہاں ہوگی؟ کس کے ساتھ ہوگی؟ کس حال میں ہوگی؟ اس نے کچھ کھایا بھی ہوگا یا نہیں؟ اس نے روزہ کھولا ہوگا یا نہیں؟ سب یہی دعائیں کر رہے تھے کہ رات سے پہلے آ جائے ورنہ؟ لڑکی ذات تھی، دنیا والوں کا منہ کیسے بند کراتے۔ لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا تب ہی تو سورج ڈوب گیا اور وہ رات کروٹیں بدلتے گزر گئی۔

جمعرات کو عرشی کی شادی شدہ بہن جو کہ ملتان میں رہتی تھیں، کراچی آ گئیں۔ عرشی کے بڑے بھائی بہن ہمارے اسکول آئے اور معلومات کیں۔ یہاں تک کہ تصویر کے ذریعے آس پاس کے لوگوں سے بھی پوچھا لیکن کچھ نہ ہوا۔ خوب پیسہ خرچ کیا گیا، پولیس میں رپورٹ کرائی، استخارے کروائے، عاملوں سے معلوم کرایا لیکن کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا۔ کچھ عاملوں نے بتایا کہ وہ اپنی مرضی سے گئی ہے اور تین دن میں واپس آ جائے گی۔ اتنا بے تکا جواب سن کر بس صبر کا گھونٹ پی کر رہ گئے۔ میں بہت دیر تک رات کو اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعائیں مانگتی رہی...... جمعہ کا دن بھی ایسے ہی گزر گیا۔ عرشی کے ایک منہ بولے بھائی بھی تھے، میں نے اچانک ان کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ کچھ دنوں کے لیے لاہور اپنے گھر والوں سے ملنے گئے ہیں اور بدھ والے دن ہی گئے ہیں، ان کا موبائل بھی بند جا رہا ہے اگر وہ یہاں ہوتا تو یہ سب کچھ نہ ہوتا ان وہ تو عرشی کا بہت خیال رکھتا ہے اور عرشی کو جہاں بھی جانا ہوتا تو وہی لے کر جاتا تھا، اپنوں سے بڑھ کر ہے وہ۔ مجھے ان کا کسی غیر مرد پر اس قدر یقین اور بھروسا کرنا ایک آنکھ نہ بھایا۔ ہم سب نے روزہ کھول کر اللہ سے گڑگڑا کر دعائیں کی اور آخر کار جمعہ کا سورج بھی ڈوب گیا۔

☆

بالآخر ہماری دعائیں رنگ لائیں اور رات آٹھ بجے فون آیا کہ عرشی مل گئی۔ کیسے ملی؟ کہاں سے ملی؟ کچھ نہیں بتایا گیا بس اتنا کہا کہ ابھی اس سے ملنے مت آنا وہ بہت ڈری ہوئی ہے۔ ہم سب نے شکرانے کے نفل پڑھے اور سکون کا سانس

لیا۔ میں تھوڑی تھوڑی دیر بعد فون کرتی کہ اب ملنے آجاؤں؟ لیکن بار بار منع کر دیا جاتا۔ دوسرے دن میرے امی ابو ملنےگئے تو پتا چلا کہ جس بس میں وہ بیٹھی تھی وہ بس اغوا کر لی گئی تھی۔ ان دنوں واقعی ایسے حادثات ہو رہے تھے، اس لیے سب نے آنکھ بند کر کے یقین کر لیا۔

تین دن بعد میں اس سے ملنے گئی تو وہ پہلی والی عرشی لگ ہی نہیں رہی تھی۔ سب باتیں کر رہے تھے۔ میں اور عرشی گیلری میں چلے آئے۔ عرشی بہت گم صم تھی، اس کی رنگت پیلی ہو چکی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نے اس کا سارا خون نچوڑ لیا ہو۔ شاید وہ بہت روئی بھی تھی، لیکن اب بھی اس کی آنکھیں بھری بھری تھیں اور وہ بہت ضبط سے کام لے رہی تھی، لیکن کب تک؟ آخر ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے اور اس کی آنکھوں سے سیلاب بہہ پڑا۔ میں نے بھی اس کو دل کا غبار نکالنے دیا۔ پھر وہ مجھے دور ہٹاتے ہوئے بولی، مجھ سے دور ہو جاؤ، تم مجھ سے ملنے کیوں آئیں، میں اچھی لڑکی نہیں ہوں، مم...... میں...... میں بہت بری ہوں، بہت بری۔ پھر اس نے روتے ہوئے خود ہی بتایا کہ میری کوئی بس اغوا نہیں ہوئی تھی...... بلکہ مم...... میں...... میں تو مدثر بھائی کے ساتھ لاہور گئی تھی......وہ پھر رو پڑی۔ میں حیرت سے اس کا منہ تک رہی تھی۔

''ہائی! میری زندگی برباد ہوگئی، اس نے ایسا کیوں کیا میرے ساتھ؟ اس نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے، بہت بڑا دھوکا...... میں تو اس کو اپنا بھائی سمجھتی تھی بلکہ بھائی سے بھی زیادہ، لیکن اس نے مجھے لے جا کر میری زندگی برباد کر دی، میں اس کے ساتھ لاہور گئی ہی کیوں؟ ہائی میں کیا کروں، گھر میں سب مجھے طعنے دیتے ہیں، مجھ سے کوئی بات نہیں کرتا، میں...... میں زندہ ہی کیوں ہوں؟ میں...... میں...... ہائی......'' وہ ہچکیاں لے لے کر رو رہی تھی۔ بہت کرب تھا اس کے رونے میں، مجھے بالکل یقین نہیں آ رہا تھا لیکن سچ تو یہی تھا۔

مدثر عرشیہ کے بھائی کا دوست تھا۔ عرشی کی امی نے انہیں منہ بولا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ وہ اس کے بھائی کے ساتھ ہی کام کرتا تھا۔ ان کے گھر سے تھوڑا آگے ہی کرائے پر ایک کمرہ لیا ہوا تھا لیکن پورا دن انہی کے گھر پر رہتا تھا اور کھانا پینا بھی انہی کے ساتھ تھا۔ عرشی انہیں 'بھیو' کہتی تھی۔ عرشی کی چار بہنیں اور دو بھائی تھے، والد صاحب نہیں تھے، چھوٹے بھائی کی دماغی حالت خراب تھی، گھر کی کل ذمہ داری بڑے بھائی پر ہی تھی۔ عرشی صرف سترہ سال کی خوب صورت اور معصوم سی لڑکی تھی۔ وہ اسکول میں بھی بس اسی کی باتیں بتاتی رہتی تھی کہ آج بھیو نے یہ کیا، آج بھیو نے وہ کیا، آج بھیو مجھے وہاں لے کر گئے وغیرہ وغیرہ۔ ہمیں بالکل ایسا لگتا تھا جیسے کہ وہ اس کا سگا بھائی ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ لیکن وہ...... وہ تو بھائی ہو ہی نہیں سکتا تھا، وہ تو ایک دیو تھا، بلکہ اس سے بھی بدتر...... جس نے عرشی کو اپنی ہوس کے پنجوں کے نیچے ایسے مسل کر رکھ دیا جیسے کوئی بے دردی سے پھول کو مسل دیتا ہے۔ ایسا صرف فرضی کہانیوں میں پڑھا تھا لیکن حقیقت میں کسی کی زندگی برباد ہوتے ہوئے اتنے قریب سے پہلی بار دیکھا۔ میں سوچ رہی تھی کہ اس میں کس کا قصور تھا، اس معصوم لڑکی کا یا اس کیا شعور ماں بھائی کا کہ کسی غیر کو اپنا سمجھ بیٹھے۔ وہ تو اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ بات چھپ گئی اور پردہ رہ گیا۔

☆

ابھی ایک مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ عرشیہ کی بڑی بہن ورشیہ نے ایسا قدم اٹھایا جس کو سنبھالنا تو بہت مشکل تھا......

اس دن میں اتفاق سے امی کے ساتھ ان کے گھر چلی گئی۔ ان کی امی سے طبیعت پوچھی تو وہ بے اختیار رونے لگیں اور کہنے لگیں: ''ہائی! میری بیٹیوں کو سمجھاؤ، یہ مجھے جینے نہیں دیں گی، چار بیٹیاں ہیں میری، لیکن کسی نے بھی مجھے سکون نہیں دیا۔ بیٹیاں تو رحمت ہوتی ہیں لیکن یہ تو میرے لیے زحمت بن گئیں، ان سے پوچھو کہ کیا کمی رکھی ہے میں نے ان کی خوشیوں میں، ماں باپ دونوں کا پیار دیا ہے میں نے انہیں، ہر خواہش ان کے منہ سے نکلنے سے پہلے ہی پوری کی، اپنی جان پر کھیل کر اکیلے ہی ان کی پرورش کی، اچھا پڑھایا لکھایا، اچھے سے اچھا کھلایا پلایا اور پہنایا، لیکن انہوں نے مجھے ذلت اور رسوائی کے علاوہ کیا دیا؟''

ان کی تڑپ دیکھ کر میری آنکھیں بھی بھیگ گئیں۔ پھر انہوں نے عرشی پر بات رکھتے ہوئے کہا کہ ایک یہ تھی جس نے ابھی ابھی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تھا، صرف سترہ سال ہی کی تو تھی یہ، کیا جلدی تھی کہ اتنا بڑا کام کر بیٹھی، ہمیں ایک دفعہ کہہ دیا ہوتا، ہم اس کا بیاہ کسی اچھے لڑکے سے کرا دیتے پھر جو مرضی آتی کرتی، گھر میں سب سے چھوٹی اور لاڈلی تھی لیکن اتنا بڑا کام کر بیٹھی جسے سوچتے ہوئے بھی شرم آتی ہے، اور دوسری یہ ورشیہ جسے اتنا سمجھ دار سمجھتے تھے، صرف اسی سے اتنی امیدیں وابستہ تھیں، اور سوچا تھا کہ اس کا بیاہ تو اپنی مرضی سے خوب دھوم دھام سے کریں گے لیکن یہ تو سلائی سیکھنے گئی تھی اور......اور خود ہی اپنا نکاح رچا کر آگئی، ایک ہفتہ بعد اب گھر والوں کو پتا چل رہا ہے وہ بھی باہر والوں سے۔ باپ تو ہے نہیں، گھر کی ساری ذمہ داری بھائی پر ہے اور بھائی سب سے زیادہ اس سے ہی پیار کرتا ہے لیکن اس لڑکی نے تو اس کے لیے باہر نکلنا بھی مشکل کر دیا، ارے تم بھی تو لڑکیاں ہو لیکن کتنی اچھی ہو، تمہارے والدین کو تم پر پورا بھروسا ہے، کیوں کہ تم لوگوں نے اپنے باپ کی پگڑی کا مان رکھا ہے، اپنی ماں کی عزت کا خیال رکھا ہے، لیکن میں نے بھی تو ہر قدم پر ان پر نظر رکھی ہے، ہر چیز گھر میں ہی لا کر دی، خود ان کی خاطر پورے پورے دن بازار گھومتی رہتی، لیکن انہوں نے تو ایسا کام کر دیا کہ سب یہی کہیں گے کہ ناں کہ ان کی ماں بھی ایسی ہی ہوگی۔''

وہ روتے روتے بمشکل بول رہی تھیں اور ورشیہ ہم سے نظریں نہیں ملا پا رہی تھی۔ پوچھنے پر پتا چلا کہ وہ لڑکا ان کے دور کے رشتہ داروں میں سے ہے۔ یہ دونوں کالج سے ہی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں، ورشیہ نے گھر والوں کو بہت منایا لیکن وہ راضی نہ ہوئے کہ وہ ہماری برادری کا نہیں ہے۔ ورشیہ نے اسے کہا کہ تم اپنے گھر والوں کو میرے گھر بھیجو تو یہ ضرور مان جائیں گے۔ ایسا بھی کر کے دیکھا لیکن نہ مانے۔ ورشیہ بہت سمجھ دار تھی، اپنے گھر والوں کی خاطر اپنی خواہشوں کا بھی گلا گھونٹ دیا اور اس سے کہہ دیا کہ میرے گھر والے راضی نہیں ہیں، میں ان کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کروں گی۔ دو سال تک وہ اس پر دباؤ ڈالتا رہا تو آخر اکیلے کی ملاقاتیں رنگ لے آئیں اور ورشیہ اس کی باتوں میں آگئی، ورشیہ کو لگا کہ نکاح کے بعد تو گھر والے مان جائیں گے لیکن ایسا نہ ہوا۔ گھر والوں نے خوب مارا پیٹا اور خلع لینے کو کہا۔ ورشیہ نے شوہر کو فون کر کے کہا کہ مجھے یہاں سے لے جاؤ، یہ لوگ خلع لینے کو کہہ رہے ہیں۔ لیکن جواب سن کر تو ورشیہ کے سر پر جیسے کوئی بم پھٹ گیا۔ وہ کہہ رہا تھا:

''تمہیں خلع لینے کی ضرورت نہیں، میں خود ہی طلاق دے دیتا ہوں، بھئی کون بار بار کورٹ کے چکر لگائے گا، اور مجھے جیل تھوڑا ہی جانا ہے، اور ویسے بھی جو لڑکی اپنے گھر والوں کی عزت نہیں رکھ سکتی، وہ اپنے شوہر اور اس کے گھر والوں کی کیا عزت رکھے گی۔ تم ساری لڑکیاں ایک سی ہوتی ہو۔ ذرا سی تعریف سے پگھل جاتی ہو...... اور آخری بات...... کیسے لکھوں کہ ویسے تم واقعی بہت خوب صورت ہو، اس میں کوئی شک نہیں، اپنی امی سے کہو، کسی اچھے سے لڑکے کو ڈھونڈ کر تمہاری شادی کر دیں......''

ورشیہ پوری طرح ٹوٹ کر بکھر چکی تھی، ایسے جیسے کوئی کانچ کا ٹکڑا چھن سے ٹوٹ کر کرچیوں میں بکھر گیا ہو۔ گھر بسنے سے پہلے ہی اجڑ گیا تھا۔

وہ آسانی سے ورشیہ کو اپنے مکروہ جال میں پھنسا کر، اس پر بے حیائی کا داغ لگا کر اسے تنِ تنہا صحرا کی تپتی دھوپ اور جلتی ریت میں...... بے سہارا چھوڑ گیا۔ ابھی تو بہت سے سپنے سچ ہونے باقی تھے، یہ ننھی سی کلی ابھی تو کھلی تھی اور پھول بن گئی تھی۔

یہ پھول اپنی لطافت کی داد پا نہ سکا
کھلا ضرور مگر کھل کر مسکرا نہ سکا

☆

یہاں تک دونوں بہنوں کے واقعات تو بالکل میرے سامنے کے ہیں۔ پھر ان کی امی چند سال پیچھے چلی گئیں اور اپنی سب سے بڑی بیٹی کے بارے میں بتانے لگیں جو کہ ڈاکٹر ہے۔ ان کی ضد تھی کہ وہ شادی اپنے ماموں کے بیٹے سے ہی کریں گی لیکن گھر والے راضی نہ تھے، کیوں کہ وہ ''اَن پڑھ'' تھے اور یہ بالکل بے جوڑ رشتہ تھا کہ کہاں ایک ڈاکٹرنی اور کہاں یہ...... اس پر انہوں نے خودکشی کرنے کی کوشش کی، اور پھر ایک ڈاکٹرنی کی شادی اس کی اپنی ضد سے ایک ان پڑھ سے ہوگئی، اس شرط پر کہ ہم کوئی جہیز نہیں دیں گے۔ پہلے تو حامی بھرلی، لیکن بعد میں بات بات پر طعنے دیتے کہ لڑکی جہیز نہیں لائی، حالاں کہ خون کا رشتہ تھا، سگے ماموں تھے پھر بھی انہیں میکے چھوڑ گئے، دو سال اپنے میکے میں رہیں جب جا کر ایک ایک پائی جمع کر کے جہیز تیار ہوا، اور جہیز میں دنیا زمانے کی ہر چیز دی، یہاں تک کہ کمپیوٹر بھی دیا، پھر ان کی رخصتی ہوئی لیکن یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ ''کفو'' ہونا ضروری ہے۔ بے جوڑ رشتے بہت مشکل سے کامیاب ہوتے ہیں۔

دعویٰ وفا کا اور تمنا جسم کی
اگر یہ عشق ہے تو پھر ہوس کیا ہے؟

سب سے چھوٹی بہن کی کہانی بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔ وہ بھی کسی کو پسند کرنے لگی تھی لیکن ان کی امی نے تو گویا اب قسم کھالی تھی کہ کسی کی شادی اس کی اپنی مرضی سے نہیں کریں گی لیکن اس نے بھی ضد پکڑلی، جب بھی اس کا کوئی رشتہ آتا تو یہ ان کو اپنے بارے میں بتا دیتی کہ میں کسی کو پسند کرتی ہوں، پھر تو ظاہر ہے کہ کیا ہوتا۔ اس پر اس کی امی نے سختی کی، اس بار ان کا رشتہ آیا تو انہوں نے قبول کرلیا لیکن لڑکے نے فون پر لڑکی سے بات کرنے کی شرط رکھ دی پھر فون پر اس سے کہا کہ میں کسی لڑکی کو پسند کرتا تھا لیکن گھر والے راضی نہ ہوئے، کیا آپ بھی کسی لڑکے کو پسند کرتی ہیں؟ اگر کرتی ہیں تو بتا دیں، کوئی بات نہیں کیوں کہ میں چاہتا ہوں کہ شادی سے پہلے ہم دونوں ایک دوسرے کو اچھی طرح جان لیں۔ انہوں نے نہ چاہتے ہوئے بھی بتا دیا اور پھر......اس بار لڑکے نے شادی سے صاف انکار کردیا۔

اگر کہیں بات بن جاتی تو استخارے میں صحیح نہیں آتا۔ کافی مہینوں کے بعد ایک اچھا بھلا رشتہ آیا۔ ان کی امی نے کہا کہ اب ہم استخارہ ہی نہیں کریں گے، کیوں کہ ان لڑکیوں نے تو اپنے نصیب خود ہی خراب کرلیے جس کی وجہ سے استخارہ میں بھی صحیح نہیں آتا اور منع ہو جاتا ہے اور اب وہ شادی چھبیس اپریل کو بغیر استخارے کے ہی انجام پاگئی۔

☆

بس......اب میرا قلم ساتھ نہیں دے رہا۔ اس سے آگے کیا لکھوں؟؟ اس کہانی کو کیا نام دوں؟؟ یہ کہانی ہی ہے یا؟ نہیں نہیں، یہ کہانی نہیں ہے، کیوں کہ کہانی تو اسے کہتے ہیں جس میں صرف لفظوں کا ہیر پھیر ہوتا ہے، لیکن یہ تو بالکل سچا واقعہ ہے۔ ایک ہنستا بستا گھرانہ، ایک خوب صورت گر ہستی، اتنی کم مدت میں اتنی بری طرح اجڑ سکتی ہے سوچا بھی نہیں تھا۔ اس میں کس کا قصور ہے، اندازہ لگانا مشکل ہے۔ سب جانتے ہیں کہ عورت ناقص العقل ہے، صنفِ نازک ہے، پھر بھی اس پھول کی حفاظت نہیں کرتے۔

کیا اللہ نے قرآن میں یہ نہیں فرمایا کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہوتا۔ اس سے پردہ فرض ہے اور کیا اللہ پاک نے قرآن میں پردے کا حکم نازل نہیں فرمایا؟ یقیناً نازل کیا ہے لیکن بہت کم لوگ اس پر عمل کرتے ہیں تو جو لوگ اس پر عمل نہیں کرتے، ان کے لیے دنیا میں تو رسوائی ہے ہی، آخرت میں بھی سخت پکڑ ہے۔ تو خدارا!......اس صنفِ نازک کی حفاظت کیجیے......یہ تو والدین سے گزارش ہے

اور
لڑکیوں سے یہ کہ......
اے بنتِ حوا
سنبھال خود کو!
یہ ابنِ آدم
ہوس کو چاہت کا نام دے کر
تیرا دامن جلا رہا ہے
مگر تو پیکرِ وفا بنی ہے
وفا ہی تیری خطا بنی ہے
تو کتنی بھولی، تو کتنی پاگل
کسی کی باتوں میں آ رہی ہے
مقام اپنا گنوا رہی ہے
یہ چاہتوں کا فریب دے کر
تیرے جذبوں سے کھیلتے ہیں
اپنی خواہشیں مٹانے تک یہ
تیری چاہت کو جھیلتے ہیں
مگر یہ اپنی ہوس مٹا کر
تمہیں بھلا کر
شکار اگلا تلاشتے ہیں
کیا اب بھی تو خطا کرے گی
سن بنتِ حوا...... سمجھا تو خود کو
اے بنتِ حوا......سنبھال تو خود کو!

بزمِ خواتین

کیا عصری تعلیم کی ضرورت نہیں؟

'خواتین کا اسلام' ماشاء اللہ دن بدن بہتر ہوتا جا رہا ہے۔ کہانیوں کے موضوعات میں بھی بہت تنوع پڑھنے کو مل رہا ہے۔ ناول 'روگ' کی تعریف نہ کرنا زیادتی ہوگی۔ بہترین ناول بہترین انداز میں لکھا ہوا۔ شاید 'بے بی سٹر' کے بعد یہ دوسرا ناول ہے جس کی اگلی قسط کا ہمیں شدت سے انتظار رہتا تھا۔ قرات گلستان کا جتنا نام خوبصورت ہے، اتنا ہی ان کا کام۔

اہلیہ راشد اقبال کی کہانیاں بھی بہت سہل ہوتی ہیں، پڑھ کر ہمیشہ یہ لگتا ہے کہ ہمارے آس پاس ہی کی کہانی ہے۔

اب کچھ 'تنقیدی خط' بھی ہو جائے!! ہو سکتا ہے آپ کو میری بہت سی باتوں سے اختلاف ہو لیکن 'خواتین کا اسلام' پہ میں وہی تبصرہ کرنے جا رہی ہوں جو میں نے اور کچھ دوسرے لوگوں نے بھی محسوس کیا ہے۔

پہلی بات تو یہ کہ آپ کے رسالے میں دنیاوی تعلیم کی کافی حوصلہ شکنی کی جاتی رہی ہے۔ بعض اوقات کالموں کے ذریعے، بعض اوقات کہانیوں کے ذریعے۔ میری نظر سے کئی ایسی کہانیاں گزری ہیں جس میں لڑکی کی بے راہروی کا ذمہ دار کالج یا یونیورسٹی کی تعلیم کو ٹھہرایا گیا ہے۔ کاش میں آپ کو کہانیوں کے نام لے کر بتا سکتی۔ آپ ہی بتائیں کیا صرف درسِ نظامی یا عالمہ کی تعلیم کافی ہے؟ اگر خواتین دنیاوی تعلیم حاصل نہیں کریں گی تو کوئی لیڈی ڈاکٹر بھی نہیں بنے گی۔ اب ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ عورتیں بیمار ہونا چھوڑ دیں۔ فرض کریں کہ اگر عصری تعلیم اتنی ہی بری ہے تو ایک عورت بیمار ہونے پر کیا کرے؟؟ اسے لامحالہ مرد ڈاکٹر سے ہی علاج کرانا پڑے گا۔ میں مانتی ہوں کہ مخلوط تعلیمی نظام نہیں ہونا چاہیے اور حکومت کو اس سلسلے میں اقدامات کرنے چاہئیں لیکن جب تک خواتین کی الگ یونیورسٹیاں نہیں بن جاتیں، لڑکیوں کو بحالت مجبوری مردوں کے ساتھ ہی تعلیم حاصل کرنی پڑے گی اور ایک لڑکی اگر چاہے تو مکمل پردے میں رہ کر یہ تعلیم حاصل کر سکتی ہے۔ میری اپنی چاروں بہنوں نے پردے کے ساتھ یونیورسٹی کی تعلیم حاصل کی اور اب اسی تعلیم کو ڈاکٹر اور اساتذہ کے روپ میں استعمال میں لا رہی ہیں۔ ہر چیز اعتدال کے ساتھ اچھی لگتی ہے، لیکن معذرت کے ساتھ، پچھلے کچھ عرصے تک آپ کے رسالے سے دنیاوی تعلیم کے بارے میں یہی تاثر ابھرتا تھا کہ یہ نہایت معیوب عمل ہے۔ خواتین کی ایک بہت بڑی تعداد آپ کے رسالے کو پڑھتی ہے، اس تعداد میں مدرسے کی بچیاں بھی شامل ہیں اور کالج، یونیورسٹی کی بھی، تو براہ مہربانی، ان دونوں طرزِ تعلیم میں فرق بڑھانے کی بجائے اسے کم کرنے کی کوشش کریں، تاکہ نہ کالج والی طالبات مدرسے والی طالبات کو غلط سمجھیں اور نہ مدرسے کی طالبات کالج یونیورسٹی والوں کو شک کی نگاہ سے دیکھیں۔ میرے خیال میں طرزِ تعلیم سے زیادہ طرزِ عمل ایک انسان کو صحیح یا غلط کی طرف لے کر جاتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ آپ کا رسالہ صرف 'حنفی خواتین' کے لیے نہیں ہے بلکہ اسلام کی تمام خواتین کے لیے ہے، چاہے وہ کسی بھی فقہی مسلک سے تعلق رکھتی ہوں، لیکن آپ ہی کے رسالے میں بعض تحریریں ایسی شائع ہوئی ہیں جس میں مالکی مسلک کے خلاف بہت غلط انداز میں لکھا گیا۔ آپ خود سوچیں، کیا اس طرح مالکی مسلک کے پیروکاروں کو دکھ نہیں ہوا ہوگا اور کیا وہ بددل نہیں ہوئے ہوں گے؟ جب کہ میں نے ہمیشہ یہی سنا کہ چاروں فقہی مسالک اپنی جگہ صحیح ہیں۔ میرا مسلک مالکی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود مجھے وہ کہانیاں انتہائی قابل اعتراض لگی تھیں۔ پلیز اس طرح کی کہانیوں کو یا تو اپنے رسالے میں جگہ ہی نہ دیں یا پھر ان میں ایسی تبدیلی کر دیں کہ کسی کا دل نہ دکھے۔

اسی طرح شرعی پردے پر بھی بے شمار کہانیاں چھپ چکیں، اکثر کا ایک ہی موضوع پر ایک ہی جیسا انداز اور اسلوب ہوتا ہے۔ اب لکھاری بہنیں کوشش کریں کہ ایسی کہانیاں لکھیں جس میں خواتین کے مزاج کی تربیت ہو۔ حسد، بغض، بداخلاقی اور اس طرح کی بہت سی روحانی بیماریاں۔

یہ کچھ باتیں تھیں جو میں نے محسوس کیں اور چاہا کہ آپ تک پہنچاؤں تاکہ آپ ان پہ غور کر سکیں، چونکہ آپ کے ہاتھ میں ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے اور آپ نے دلوں کے درمیان فاصلوں کو بڑھانا نہیں، کم کرنا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ کو کچھ برا نہیں لگا ہوگا۔ اگر میں نے کچھ ناحق بات کی ہو تو بہت معذرت، لیکن یہ بھی سچ ہے کہ اب 'خواتین کا اسلام' پڑھنے میں زیادہ لطف آتا ہے، وجہ شاید اب موضوعات کا تنوع ہے۔ اب یہ ہر لحاظ سے ایک جامع رسالہ لگتا ہے اور میں امید کرتی ہوں کہ مستقبل میں بھی یہ ایسا بلکہ اس سے بھی بہتر ہوگا۔ ان شاء اللہ!.....اپنا خیال رکھیے گا۔

(ساجدہ غلام محمد۔ مانچسٹر، یوکے)

ج: بہت خوشی ہوئی آپ کا طویل تبصرہ دیکھ کر، ہمیں تو حسرت ہی رہتی ہے کہ بزم کے لیے لکھاری بہنیں بھی کبھی کبھار تبصراتی خط لکھا کریں کہ اس سے نئی لکھنے والی بہنوں کی بڑی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ آپ کی مثبت تنقید پڑھ کر بھی اچھا لگا۔

براہِ راست عصری تعلیم کو کبھی برا نہیں کہا گیا، البتہ کبھی کبھار کالم یا کہانیوں کے ذریعے عصری تعلیمی اداروں میں مخلوط ماحول کی وجہ سے ہونے والے اخلاقی بگاڑ کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے، نہ کہ عصری تعلیم کی نفی کی جاتی ہے۔ ہم تو ان تحریروں کو بھی رسالے میں جگہ دیتے ہیں جن میں مدرسے کی طالبات کے طرزِ عمل پر تنقید کی جاتی ہے۔ ان تحریروں سے بھی مقصد بنات کے مدارس کی یا خدانخواستہ دینی تعلیم کی نفی نہیں بلکہ طالبات کی اصلاح مقصود ہوتی ہے۔ دیکھیے، ہمارے رسالے میں دو بڑے معتبر اور مقبول سلسلے 'درد کا درماں' اور 'آپ کی صحت' کی میزبان وہ خواتین ہیں جنھوں نے نہ صرف اعلیٰ عصری تعلیم حاصل کی بلکہ اب اپنی تعلیم و تجربہ سے خواتین اسلام کی بڑی تعداد کو فائدہ پہنچا رہی ہیں۔

آپ نے مسالک کے حوالے سے جو لکھا ہے تو یہ اعتراض بھی صحیح ہے لیکن اگر تحریر کی نشاندہی فرما دیتیں تو بہت اچھا ہوتا۔ یقیناً ایسا غلطی سے ہوا ہوگا، بہرحال آئندہ اس حوالے سے اور زیادہ احتیاط کریں گے۔

بے آواز لاٹھی

نورین ایمان۔ ساہیوال

یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں غالباً پہلی کلاس میں پڑھتی تھی۔ میں اور میرے تایا کی بیٹی جو مجھ سے ایک سال چھوٹی تھی، گھر کے باہر اپنی دکان کے سامنے مٹی کے کھلونے بنا رہے تھے۔ ہماری دکان کے باہر ایک بینچ پڑا تھا، ہم کھلونے بنا بنا کر خشک کرنے کے لیے اس بینچ پر رکھتے جاتے۔ ہم نے کام بانٹا ہوا تھا...... میں کھلونے بناتی اور اقرأ بینچ پر رکھتی جاتی۔ کچھ فاصلے پر میرے پھوپھی زاد بھائی، دادی اور اقرأ کے ابو (تایا جی) سخت سردی کی وجہ سے چھوٹے سے چولہے کے اردگرد بیٹھے آگ سینک رہے تھے۔

''چندا! اب میں کھلونے بناؤں گی اور تم اوپر رکھوگی۔''

اقرأ نے زمین پر میرے پاس بیٹھتے ہی کہا۔

''مگر مجھ سے تو کھلونے گر کر ٹوٹ جائیں گے۔''

میں نے اپنی بیساکھیوں کی طرف اشارہ کیا لیکن اقرأ نہ مانی اور مجھے اٹھنا پڑا۔ میں دیوار کا سہارا لے کر اٹھی، ابھی چند قدم ہی اٹھائے تھے کہ گیلی مٹی کی وجہ سے بیساکھی ہاتھ سے پھسلی اور میں اوندھے منہ گر پڑی۔ میرے کپڑے مزید گندے ہوگئے۔ تایا جی، دادی امی اور میرے پھوپھی زاد جو کہ مجھ سے بارہ، تیرہ سال بڑے تھے، ہنسنے لگے اور میں شرمندہ ہوگئی۔ اب میں نے اقرأ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا کہ میرے کھڑے ہونے میں مدد کرے۔

اقرأ نے جونہی اپنے قدم میری طرف بڑھائے تو اس کے ابو (تایا جی) بول پڑے۔

''چل اقرأ گھر چل، خود ہی اٹھے گی، ہم اس کے نوکر نہیں کہ اٹھائیں......''

ایک بار پھر دادی امی سمیت سب کزنز تالیاں بجا کر ہنسنے لگے۔ میں حیرت سے انہیں دیکھ رہی تھی جو میرے سوتیلے نہیں سگے تھے۔ میں لرزتے کانپتے بڑی مشکل سے اٹھی اور دکان کے دروازے سے گھر جانے لگی۔ اتنے میں میری امی بھی وہاں آگئیں اور مجھے گود میں اٹھا کر اندر لے گئیں۔ شاید...... وہ بھی سب سن چکی تھیں کہ سب میری معذوری کا مذاق بنا رہے تھے۔ تبھی وہ خاموش آنسو بہا رہی تھیں، میں بھی اپنی ماں سے لپٹی رو رہی تھی۔ تب میں چھوٹی تو بہت تھی مگر کوئی میرے بارے میں کیا خیال رکھتا ہے سب جانتی تھی۔ معذوری کی وجہ سے حقارت سے سب کا مجھے دیکھنا، برا بھلا کہنا، برے القابات سے پکارنا، میری ماں کو طعنہ مارنا کہ اس کی بیٹی تو معذور ہے...... اپنے ابو کے رشتہ داروں کی یہ باتیں میرا دماغ کسی کمپیوٹر کی طرح محفوظ کرتا رہتا تھا۔

پھر ایک دن میں اسکول کا کام مکمل کرنے کے بعد دکان کے باہر کھیلنے کے لیے اقرأ کا انتظار کرنے لگی، چوں کہ ہمارے گھر ساتھ ساتھ تھے، اس لیے میں اپنے ابو جی کی دکان پر باہر بینچ پر بیٹھ کر اقرأ کے ساتھ کھیلتی تھی۔ کافی انتظار کے باوجود وہ نہیں آئی تو میں اقرأ کے گھر کا دروازہ بجانے لگی تو اس کے ابو باہر آئے۔ مجھے دیکھتے ہی ان کے چہرے پر غصے کے آثار نمودار ہوگئے۔

میں نے دھیان نہیں دیا اور کہا: ''تایا جی......! اقرأ کیا کر رہی ہے؟ آپ اسے باہر بھیج دیجیے، ہم نے کھیلنا ہے......'' انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور مجھے زور سے دھکا دے دیا۔ میں چیخ مار کر نیچے گر گئی۔

''چل لنگڑی دفع ہو یہاں سے، تجھے اور کوئی کام ہی نہیں، اقرأ نہیں آئے گی، اپنا منحوس سایا میری پھول سی بیٹی پر ڈالتی ہے۔''

چوٹ لگنے سے اور اس سے زیادہ ان کی باتوں سے میں رونے لگی۔ میرے رونے کی آواز پر میری ماں دوڑی چلی آئی اور مجھے اٹھا کر سینے سے لگالیا۔ دو آنسو میری ماں کی آنکھوں سے نکل کر میرے چہرے پر گرے تو میں اپنا رونا بھول گئی اور اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے اپنی ماں کے آنسو صاف کرنے لگی۔ تایا دھڑ سے دروازہ بند کر چکے تھے۔

دن ہفتوں میں اور ہفتے مہینوں میں ڈھلتے چلے گئے۔ وقت کا پہیہ چلتا رہا اور میں نے جہاں اپنے لیے غیر لوگوں کی محبت بھری اور ہمدردانہ باتیں سنیں وہیں خدا کی لاٹھی سے بے خبر اپنوں کی طنزیہ اور حقارت بھری نگاہوں اور باتوں کو بھی ہر پل برداشت کیا۔ جب میں تیسری کلاس میں آئی تو تایا اپنی فیملی سمیت بھکر شہر شفٹ ہوگئے، وہاں وہ زمین ٹھیکے پر لے کر کھیتی باڑی کرنے لگے۔ پانچ سال کے بعد میں نے سنا کہ وہ واپس ساہیوال آرہے ہیں، کیوں کہ وہ وہاں بہت بیمار پڑ گئے تھے اور وہاں ان کا ٹھیک سے علاج نہیں ہو پا رہا تھا۔

پھر میں نے ایک دن سنا کہ تایا جی آگئے۔ میں تب آٹھویں کے سالانہ امتحانوں کی تیاری کر رہی تھی، کمرے سے ایک کاپی لے کر باہر نکلی ہی تھی کہ سامنے کا منظر دیکھ کر چکرا کر رہ گئی۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ گھر کے صحن میں تایا جی کھڑے تھے...... وہی تایا جو میری معذور ٹانگوں کا نقل اتار اتار کر خوب مذاق اڑاتے تھے، کہ دیکھو یہ ایسے چلتی ہے (میری ایک ٹانگ چوں کہ چھوٹی اور دوسری ٹیڑھی ہے، اس لیے میری چال نارمل نہیں تھی)۔ آج وہی تایا جی خود ایک لاٹھی کے سہارے کمر کو جھکائے چل رہے تھے، مگر مجھے دیکھتے ہی ان کے قدم رک گئے......

میں آج بھی انہی بیساکھیوں کو تھامے کھڑی تھی مگر نہ تایا جی ہنسے، نہ میرا مذاق اڑایا، مجھے برے القاب سے بھی نہیں پکارا کیوں کہ آج ان پر خدا کی بے آواز لاٹھی جو پڑ چکی تھی۔ ایک خطرناک بیماری نے ان کا یہ حال کردیا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر میری آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ گئیں۔ میں جلدی سے تایا جی کے پاس گئی، سلام کیا جس کا جواب انہوں نے میرے سر پر پیار سے ہاتھ پھیر کر دیا۔ تایا جی کی آنکھوں کی نمی ان کی ندامت کو ظاہر کر رہی تھی۔ میں نے پھر دوسرے دن امی سے پوچھا:

''امی! میں نے تو کبھی تایا جی کو بددعا بھی نہیں دی پھر یہ ایسے کیوں ہوگئے؟''

تو میری مرحومہ ماں نے مجھے سینے سے لگالیا اور کہا:

''بیٹا! یہ خدا کی بے آواز لاٹھی کا نتیجہ ہے جسے میں ایک بار پھر دیکھ رہی ہوں۔''

میں ان کی بات نہ سمجھی، گود سے سر اٹھا کر پوچھا۔ ''ایک بار پھر امی جی؟؟''

تو میری ماں نے بتایا کہ ہمارے پڑوس کا جولڑکا معذور ہے ناعدنان، جب وہ معذور ہوا تھا تو تیرے باپ اس کے والدین کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ جب بھی بات کرنی ہوتی تو کہتے کہ وہ لنگڑے کا باپ، وہ لنگڑے کی ماں...... میں نے کئی بار انہیں سمجھایا کہ آپ ایسا مت کہا کریں، خدا کی پکڑ سے ڈریں، کتنا دل دکھتا ہوگا ان کا؟ مگر تمہارے ابو میری ایک نہیں سنتے تھے۔ وقت گزرتا رہا، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری گود میں ڈال دیا، چوں کہ تم سب سے چھوٹی تھیں، اس لیے میرا لگاؤ بھی تم سے کچھ زیادہ تھا، چھ ماہ کی عمر میں بخار کے ساتھ تم پر فالج کا اٹیک ہوا، جس کا اثر تمہاری گردن، دونوں بازوؤں اور ٹانگوں پر ہوگیا، یوں تم زندگی بھر کے لیے معذور ہوگئیں۔ تمہارے باپ پر بھی خدا کی بے آواز لاٹھی کی ضرب لگی تھی، ایسی کاری ضرب تھی کہ بہت علاج کروانے کے بعد بھی تم چل نہ سکیں اور آج برسوں بعد وہی ضرب تیرے تایا پر لگی ہے۔ بیٹا! خدا کی لاٹھی بڑی بے آواز ہوتی ہے۔ جب پڑتی ہے تو بادشاہ کو بھی تخت سے گرا دیتی ہے!!''

آج میری ماں تو اللہ میاں کے پاس ہیں۔ اور میں آج بھی کسی کی حقارت بھری نظر دیکھ کر سوچتی ہوں کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معذوروں کے بارے میں بتائے گئے حقوق اگر سب جان لیں تو کوئی بھی معذور کو اتنی حقارت سے نہ دیکھے۔ اے کاش! کوئی کسی کی معذوری کا، کسی کی مصیبت کا کوئی مذاق نہ اڑائے کہ کہیں مصیبت زدہ کی خاموش آہیں عرش کو نہ ہلا دیں اور آپ کی زندگی خود عبرت کا نشان بن جائے۔